کہ علم مختص بذات باری ہے الا ہو

الحمد للّٰہ

رسالہ

بطلان تناسخ

مصنفہ

ڈاکٹر غفار داد خاں صاحب بریلوی
اسسٹنٹ ہاسپٹل شفاخانہ گہگر
برانچ ریاست پٹیالہ

ستمبر سنہ ۱۹۰۵ء

مطبع مفید عام آگرہ میں بماہ رجب سنہ ۱۳۲۳ھ طبع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

ناظرین سے خطاب

جناب من! آج میں مسئلہ تناسخ و قدامت روح و مادہ پر بنظر انصاف غور کرتا ہوں اور اسبارہ میں جو کچھہ میری اپنی ذاتی رائے ہے اوسکو حیطہ تحریر میں لاتا ہوں۔ اور اسکا انصاف انصاف پسند ناظرین کے حوالہ کرتا ہوں۔

قائلین تناسخ اسبات کو مانتے ہیں۔ کہ ہمکو جو کچھہ دکھہ سکھہ عزت و حکومت مرض و تندرستی اس موجودہ زندگی میں جھیلنا پڑتا ہے وہ سب کچھہ پچھلے جنم کی کمائی کا نتیجہ ہے مثلاً ایک شخص توانا و تندرست صحیح القوی دوسرا بیمار آنکھوں سے اندہا یا پیدائشی جزام و آتشک میں مبتلا۔ ایک غریب نان شبینہ سے محتاج دوسرا دولتمند و امیر شایان سلطنت و راج۔ ایک جنم کا سکھی دوسرا جنم کا دکھی۔ غرض یہ تمام نیرنگیاں جو اس جہان میں نظر آتی ہیں یہ صرف گذشتہ عملوں کا پھل ہے پس اگر ایسا نہ تسلیم کریں۔ تو اس سے پرمیشر کی صاف ناانصافی پائی جاتی ہے۔ کہ کیوں ایک کو بلا وجہ امیر دوسرے کو فقیر ایک کو توانا دوسرے کو بیمار۔ ایک کو بینا دوسرے کو اندہا۔ ایک کو طاقتور دوسرے کو کمزور بنایا۔ اس لئے مزہب ہے کہ ہم تناسخ یعنے آواگون کے قائل ہوں۔

تاکہ پرمیشر کو ناانصافی کا الزام نہ لگے۔

ناظرین:- آؤ غور کریں کہ آیا یہ مسئلہ اسیطرح ٹھیک ہے یا اس میں قائلین تناسخ غلطی پر ہیں اور اس مسئلہ کے پرکھنے کے لئے ایک ایسی کسوٹی بنائیں کہ جس پر اس مسئلہ کا کھرا کھوٹا ہونا پرکھا جائے۔

اس جگہ پہ اپنے ناظرین کو ایک اور بات جتلانا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ پر مذہبی بحث نہ کیجائے اور نہ اپنے اعتقاد کو دخل دیا جائے۔ یعنے اس نظر سے اس مسئلہ کو نہ دیکھیں۔ کہ شریعت کی رو سے یہ ٹھیک ہے یا نہیں۔ اگر ازروئے شریعت اسلامی یہ تناسخ غلط ہے۔ تو قائلین تناسخ گمراہ۔ ورنہ صحیح نہیں بلکہ اسکو ازروئے دلائل عقلی سمجھنے کی کوشش کریں اور نئے طرز کے علوم فلسفہ اور سائینس کی کسوٹی تیار کریں۔ کیونکہ قائلین تناسخ دلائل عقلی کے تسلیم کرنے کے لئے ہمہ وجوہ تیار پائے جاتے ہیں۔ اور دلائل منقولی کو بالکل نہیں مانتے بلکہ مضحکہ اڑاتے ہیں:۔

پس ہم دیکھتے ہیں۔ کہ قائلین تناسخ اس جنم کو کرم جون اور دوسری مختلف حیوانی جونوں کو سزا بھگتنے کا آلہ سمجھتے ہیں مثلاً ایک گنہگار شخص بعد مرنے کے ممکن ہے۔ کہ قالب حیوانی مثلاً گدھا گھوڑا۔ کتا۔ سور۔ اونٹ۔ بکری یا شیر یا چوہا۔ یا بلی میں چلا جائے۔ اور اسیطرح مختلف جونوں میں پھیر پھیر کر بعد بھگتنے سزا اعمال کے پھر انسانی جون میں آجائے۔

پس اس مسئلہ کے جانچنے سے پہلے میں ایک اور بات اپنے ناظرین کے ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں نے اکثر بحث و مباحثہ متعلق تناسخ مابین آریہ صاحبان و مسلمان صاحبان دیکھے ہیں اور علی الخصوص کتاب ثبوت التناسخ مصنفہ پنڈت لیکھرام صاحب مسافر آریہ کا معائنہ کیا ہے جسمیں صاحب موصوف نے بڑا زور دیکر مسئلہ تناسخ کو ثابت کیا ہے اور ماسوائے شرتی وید شاستر کے اقوال حکماء و سائنس دان وغیرہ سے بھی مدد لی ہے اور سوامی صاحبان و پادری صاحبان

کے اعتراضوں کا جواب تحریر فرمایا ہے حق تو یہ ہے کہ جسقدر عقلی و علمی دلائل مصنّف مرحوم کو ملے ہیں سب تحریر فرمائے ہیں۔ غرض اپنی جانب سے کوئی پہلو ایسا نہیں چھوڑا جسپر کوئی اعتراض وارد ہو سکے مگر میں اس مسئلہ پر اور ہی پہلو سے نظر ڈالنا چاہتا ہوں۔ جو مذہبی تعصب سے بری اور دور ہو۔ چونکہ مصنّف ثبوت التناسخ تو اس جہان سے انتقال فرما چکے ہیں۔ اسلئے دوسرے موجودہ آریہ صاحبان سے بکمال ادب گذارش ہے۔ کہ احقر کے اعتراضات پر کما حقہٗ منصفانہ غور فرما کر جو اُن کی رائے میں آوے۔ بعبارت شستہ جو دل آزاری کی چاشنی سے مبرا ہو۔ دلائل عقلی پیش فرماویں۔ تاکہ اُن پر توجہ کیجا کر حق و ناحق قبول کیا جاوے۔

ناظرین! ہمارے آریہ بھائی قائلین تناسخ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ اس دنیا میں صرف وید ہی ایسی الہامی کتاب ہے جو خاص پرمیشر کا الہام ہے اور وہی ایک ہی سچی کتاب ہے باقی دیگر کتاب جنکے مقلدین کو دعوے ہے کہ ہماری کتابیں آسمانی اور الہامی ہیں مثلاً یہود و نصارے و مسلمان وغیرہ یہ سب غلط ہیں۔ کوئی کتاب سوائے وید کے الہامی نہیں ہے صرف انسانی دماغوں کے غور و تفکر کا نتیجہ ہے اور اسیوجہ سے اُن کتابوں میں غلطیاں رہ گئیں اور تعلیم بھی ناقص رہی پس تعلیم ناقص کی وجہ سے کوئی ہمیشہ کی مکتی کو پراپت نہیں ہو سکتا جبتک وہ وید کو تہ دل سے سچ مانکر پیروی نہ کرے اس تقریر سے صاف ظاہر ہے کہ جو لوگ صرف وید کی پیروی کرتے ہیں۔ وہی لوگ اصلی اور حقیقی مکتی کو پراپت ہوتے ہیں اور اگر اصلی مکتی کو پراپت نہ ہوئے تو اس دنیا میں توانا و تندرست باعزت و حکومت خوشحالی و فارغ البالی سے گذرا لتے ہیں۔ اور پھر موجودہ زندگی میں عبادت پرمیشر بجا لاکر اگلے جنم میں گذشتہ جنم کی نسبت زیادہ سکھ اور چین اور حکومت و ثروت کی حالت میں پیدا ہوتے ہیں۔ اگر عبادت اور نکوکاری نہیں کرتے تو عذاب بھگتنے کے لئے دیگر قالب حیوانی یا قالب انسانی جو رذیل اور خسیس حالت میں ہیں مثلاً چوہڑہ یا چمار

اندھا یا فقیر ہوکر پیدا ہوتے ہیں تاکہ گذشتہ کرموں کا پھل چکھیں اور عبرت پکڑ کر اچھے جنم میں جانیکی کوشش کریں مثلاً ایک شودر اچھے کرم کرکے ویش اور ویش کھتری اور کھتری برہمن اور فقیر امیر اور امیر راجہ اور راجہ مہاراجہ بنکر اپنے نیک کرموں کا پھل پاوے دیگر اقوام جو وید کا بطلان کرتے ہیں وہ قوم نہ اچھے عمل کرسکتی ہے نہ اچھی جونوں میں جاسکتی ہے نہ قابل ثروت وحکومت ہوسکتی ہے نہ نجات دائمی حاصل کرسکتی ہے چونکہ وید اہل آریہ صاحبان کے نزدیک سب سے پہلی کتاب ہے جسکا سن ایک ارب چھیانوے کروڑ اور کئی لاکھ کئی ہزار برس بتلاتے ہیں۔ خیر اس کا بار ثبوت تو آپ صاحبان کے ذمہ ہے۔

اب ہم یہاں سے تواریخ پر نظر ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ گذشتہ زمانہ میں کسقدر راجہ اور مہاراجہ آریہ ورت میں ہوئے اور پے درپے یکے بعد دیگرے ہوتے رہے تو صاف ظاہر ہے کہ تواریخ ہمکو بہت سے نامی گرامی راجوں و مہاراجوں کے نام بتاتی ہے جنکے خاندان میں ہزاروں برس حکومت اور خود مختارگی قائم رہی اور علی الخصوص راجہ بکرماجیت کا سن اتبک رائج ہے اور بعض بعض مہاراجوں نے اسومیدھ جگ کیا ہے جسکا حال اہل ہنود صاحبان اچھی طرح جانتے ہیں حاجت بیان نہیں۔ مگر مختصر التحریر ہے۔

ازروئے کتب تواریخ ثابت ہوتا ہے کہ اسومیدہ جگ اُسے کہتے ہیں کہ ایک زبردست کامل الاقتدار مہاراجہ ایک گھوڑے کو زیور وغیرہ سے آراستہ کرکے چھوڑ دیتا ہے اور اُسکے پیچھے سوار ہو جاتے ہیں۔ وہ گھوڑا جہاں جہاں جاتا ہے وہاں کا راجہ اُس گھوڑے کے استقبال کو نکلتا ہے اگر کوئی راجہ استقبال کو نہ نکلے اور اُسے باندھ لے تو اوسے جنگ کرکے مغلوب کیا جاتا ہے۔ غرض دیگر راجگان اوس اسومیدہ جگ میں شامل ہوکر خدمتگاری کا کام سرانجام دیتے ہیں جسکا مطلب صرف یہ ہے کہ باقی تمام راجہ اسکے ماتحت ہیں۔ الغرض تواریخ میں صدہا راجہ و مہاراجہ کا نام ملتا ہے ہمارے آریہ بھائی اسبات کو تسلیم کرتے ہیں کہ جب پرمیشر نے دنیا کو بنایا

ہئیت کذائی رچایا - تو اوسوقت چار رشیوں کے ایسے اعمال سابقہ تھے جو لائق الہام تھے یعنے اگنی - وایو وغیرہ یعنے انہوں نے گذشتہ جنم میں ایسے افعال حسنہ کئے تھے کہ جسکی وجہ سے وہ وید مقدس جیسی کتاب کے الہام کے مستوجب ہوئے پھر اوسوقت سے اسوقت تک کوئی ویسے عمل نہ کرسکا جسپر الہام نازل ہو - نیز وید مقدس ایسی مکمل کتاب ہے کہ اب الہام کی ضرورت نہیں خیر اس امر کو تو ہم طوعاً کرہاً تسلیم کئے لیتے ہیں کہ فی الواقع صحیح ہے -

مگر اب ہم دیکھتے ہیں کہ زمانہ دواپر کے اخیر سے جب سے راجہ پانڈوان و کیرو کا خاندان شروع ہوتا ہے مہاراجے مہاراجے ہوئے اور اسکے بعد غرض کہ آنائی پتھورا کے وقت تک جب اسلام کے شہنشاہ ہند میں آئے اور اسکے بعد سرکار دولتمدار انگلشیہ کا دور دورہ ہوا اور اسلام کی حکومت بھی آریہ ورت سے رخصت ہوئی اب ویسے عظیم الشان راجے و مہاراجے کا ہند میں جہاں وید کے پیرو حامی بھی موجود ہیں نشان تک نہیں پایا جاتا - پس صاحبان جائے غور ہے کہ از روئے ویدوہ کونسے عمل صالحہ ہیں جنپر عمل کرنے سے انسان مہاراجہ ہو کر جنم پاتا تھا اور ویسے ہی بعد دیگرے راجے و مہاراجے ہوتے تھے اب یا تو وہ عمل مفقود ہوگئے یا اوسکے کرنیوالے نہیں رہے - اگر کہیں کہ عمل مفقود نہیں ہوئے نہ عامل مفقود ہوئے تو فرمائیے - کہ جن عملوں کا نتیجہ مہاراجگی تھا وہ اس زمانہ میں کیوں نہیں ہوتا - پس ایسے عمل صالحہ کا نتیجہ جنکا گذشتہ زمانہ میں صدور ہوتا تھا - اب کس طریق سے عامل کو دیا جاتا ہے اور اگر کہیں کہ عامل اور عمل دونوں مفقود ہو گئے - تو دوسری اقوام میں شہنشاہ اور زار و فغفور کیوں پائے جاتے ہیں - اگر یہ خیال کہ ایک شخص وید کے عامل ہو عمل کو جسکا نتیجہ مہاراجگی ہونا چاہئیے دیگر اقوام میں جا کر مثلاً انگریز روس بنکر یا شہنشاہ فرانس یا جرمن ہو کر یا شہنشاہ ترک ہو کر یا ایڈورڈ ہفتم ہو کر عطا کیا جاتا ہے غلط معلوم ہوتا ہے اور انصاف سے بھی از روئے عقل خلاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ ایک شخص عامل وید ہو کر اور اپنی تمام عمر عبادت اور ریاضت میں صرف کرکے اسبات کا مستحق ہوا -

کہ مہاراجہ بنایا جاوے اب پرمیشر نے اوسکو وضاً زار روس کے قالب میں جلوہ نما کر گیا پس وہ شخص حسن عمل کی پاداش میں مہاراجہ بنایا گیا۔ اس موجودہ زندگی میں وہ دشمن وید ہو گیا۔ اور ظاہر ہے کہ اب وہ وید کو باطل اور انجیل و توریت کو صحیح تسلیم کریگا جسکا نتیجہ ہمارے آریہ بھائیوں کے نزدیک بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ وہ قالب حیوانی میں بطور سزا اپنے اعمال کے جاوے اور بعد بھگتنے سزا کے پھر شودر یا چمار یا چوہڑہ یا اندھا یا محتاج ہو کر قالب انسانی میں آوے۔

سبحان اللہ! خوب انصاف ہے یا وہ شورا شوری یا یہ بے نمکی ؎
ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

اگر تھوڑی دیر کے لئے بھی ایسا مان لیا جاوے۔ تو اس سے زیادہ ظلم جو پرمیشر کے ذمہ عائد ہوتا ہے اور کوئی نہیں اور پرمیشر کا عدل بالائے طاق معلوم ہوتا ہے کیونکہ ایک ایسے عامل باعمل مقدس اور بزرگ شخص کو جو تمام عمر وید کا والہ و شیدا اور مفتون رہا اور اپنی تمام زندگی میں سر مو احکام وید سے تجاوز نہیں کیا۔ اوسکے ہر رگ و ریشہ میں وید کی محبت سما گئی تھی اور نفس واپسین اوسی کی محبت میں تمام ہوا۔ اور اب وہ آئندہ جنم میں دشمن اور مکذب وید ہو کر جنم دہارے اور جنم گذشتہ کے برعکس وید کی تردید کرتا رہے اور اسکو باطل قرار دیتا رہے۔ کیا کسیکی عقل سلیم ایسی بات تسلیم کر سکتی ہے ہرگز نہیں۔

ناظرین! کیا یہ بات تماشہ کی نہ ہوگی؟ فرض کرو۔ کہ پنڈت لیکھرام صاحب آریہ مسافر و پنڈت دیانند صاحب جنہوں نے اپنی تمام عمر اشاعت وید میں صرف کردی اور عمل بھی حتے الوسع کرتے رہے۔ اب اگر اوسکے نتیجہ میں وہ زار روس بنا کر دنیا میں بھیجے جائیں تو صاف ظاہر ہے کہ وہ وید کی تردید کریں گے۔ جسکے عوض وہ دوبارہ بدترین حیوانی جونوں میں جانے کے لائق ہوں گے کیا آپ صاحبان اون دونوں کا زار روس بننا پسند کریں گے؟ ہرگز نہیں اگر کوئی آریہ صاحب فرماویں کہ بالفرض اگر وہ دونوں زار روس یا شہنشاہ

رودم بنکر آویں تو فوراً مذہب آریہ قبول کرلیں۔ پس یہ امر بالبداہت غلط ہے کیونکہ آجتک کوئی زار یا کوئی سلطان آریہ مذہب نہیں ہوا۔ اور آپ کے اعتقاد کے موافق ایسے پایہ پر بجز عمل صالحہ کے انسان پہنچ نہیں سکتا اور عمل صالحہ وید کی پیروی پر موقوف ہے۔ پس یہ جنددین قایم نہیں رہ سکتی۔ ایک عقلمند آدمی اسبات سے خود عمدہ نتیجہ برآمد کرسکتا ہے زیادہ تحریر کی حاجت نہیں۔

پس اے ناظرین۔ یہ تقریر اسی حد تک ختم ہوتی معلوم نہیں ہوتی بلکہ میں اس تقریر کو اور دراز کر کے آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے۔ کہ راجہ اور مہاراجے تو درکنار۔ باعتقاد اہل آریہ صاحبان و باحکام وید مفہوم ہوتا ہے کہ اہل ہنود بھی جو وید کے احکام قابل العمل کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ وہ بھی قالب انسانی کو چھوڑکر قالب حیوانی میں سزا بھگتنے کے لئے ضرور جاتے ہیں۔ چہ جائیکہ جو قوم بالکل خلاف وید اور دشمن وید ہو۔ اوسکے تو کیا کہنے ہیں۔ وہ تو کسی طرح نجات پاتا تو درکنار۔ قالب انسانی میں بھی آنے کے لائق نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ دیگر اقوام تو بالکل عمل صالحہ کر ہی نہیں سکتیں۔ کیونکہ وہ جھوٹی کتابوں اور الہاموں کی پیروی میں سرگرم ہیں۔ پس اونکا نتیجہ جو کچھ ہونیوالا ہی ظاہر ہے حاجت بیان نہیں۔ اب یہاں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آریہ ورت کے وید ہی کے مقلد لوگ انسان بنیں۔ اور مہاراجہ وزیر و تونگر و تندرست ہوں۔ دیگر موجودہ اقوام اول تو جامہ انسانی میں آنے کے لائق ہی نہیں اور بالفرض محال ہوں بھی تو بجز غریب و مفلس و محتاج و بیمار و رزیل پیشہ کے اور دوسری بہتر حالت میں ہو ہی نہیں سکتی۔ مگر ہم اسکے برخلاف جب اس عالم کی موجودہ حالت پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو دیکھتے ہیں کہ اسوقت بہ نسبت مقلدان وید شاستر کے دوسری قوموں میں شہنشاہ اور بادشاہ پائے جاتے ہیں جو ظاہر میں وید شاستر کے خلاف ہی نہیں بلکہ دشمن ہیں اور صریحاً بطلان کرتے ہیں اور ہم یہ پہلے گذارش کر چکے ہیں۔ کہ کسی آریہ مقلد وید شاستر کی روح اگر غیر قوم میں جنم لیکر

گذشتہ عملوں کے پھل پائیں تو یہ عند العقل پرمیشر کا ظلم ہے اور یہ محال ہے ۔ دوم اس تقریر سے لازم آتا ہے کہ دیگر موجودہ قومیں تو بوجہ خلاف ورزی احکام وید شاستر حیوان مطلق بن جائیں اور صرف آریہ ورت میں آریہ لوگ ہی مہاراجہ و راجہ و وزیر و رعیت و تونگر و تندرست بنیں ۔ اور رہیں ۔ اور ایسا عمل ازروئے تجربہ ناممکن ہی نہیں ۔ بلکہ محال ہے ۔ نہ کبھی آدسرشٹی سے ایسا ہوا ۔ نہ آئندہ ہونے کی امید کیجا سکتی ہے پس میرے نزدیک مسئلہ تناسخ اسیوجہ سے باطل ہے ۔

اگر کوئی صاحب یہ کہے ۔ کہ یہ باتیں یعنے نجات و خوشحالی و مہاراجگی امیری و تندرستی وغیرہ صرف آریہ مقلدان وید شاستر پر ہی موقوف نہیں ۔ جو جیسا عمل کریگا ویسا پاوے گا ۔ کیونکہ نیکی ہر جگہ نیکی ہے ۔ اور بدی ہر جگہ بدی ۔ تو بصد ادب گذارش ہے کہ پھر اسقدر شور و شغب جو آجکل آریہ صاحبان میں پایا جاتا ہے کس لئے ہے ۔ تردید اور تکذیب کے معاملہ میں کیوں قلم فرسائی کیجاتی ہے ۔ دیگر اقوام کا بیجا تحریروں سے کیلئے دل دکھایا جاتا ہے اور اپنے آریہ مذہب میں آنے کی کیوں ترغیب دی جاتی ہے ؟ غیر قوموں کے رسولوں اور نبیوں کو راہزن اور قطاع الطریق کا لقب کسلیئے عنایت کیا جاتا ہے اور کیلئے گنہگار اور دنیا کے گمراہ کنندے ٹھیرائے جاتے ہیں ۔ اگر آپ کے مسلمات کو تسلیم کر لیا جائے ۔ اور صحیح مان لیا جائے اور اسوقت اوسکو موجودہ حالت دنیا سے موازنہ کیا جائے ۔ تو ظاہر ہوتا ہے ۔ کہ شاید عیسائیوں میں نیکی کا پلہ غالب ہے ۔ جنکا راج تمام دنیا میں پھیلتا جاتا ہے جنکی سلطنت میں مشہور ہے کہ سورج غروب نہیں ہوتا ۔ اسکے بعد اسوقت پھر مسلمانوں کا نمبر آتا ہے ۔ جن کی ایک زبردست سلطنت دنیا میں بفضل الٰہی قائم ہے اور کئی ایک بادشاہ خود مختار موجود ہیں ۔ ان کے بعد مقلدان وید شاستر کا نمبر آتا ہے ۔ جن میں اب سلطنت باقی نہیں رہی ۔ اگر چند راجے وغیرہ ہیں تو وہ ماتحت گورنمنٹ انگلشیہ ہیں ۔ ان تمام ظواہر سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ نیکی صرف دو قوموں میں ہوتی ہے اور

اہل آریہ میں بہت کم - غرض ان باتوں پر غور کرنے سے میں آپ صاحبان سے سچ سچ
بغیر تعصب مذہبی عرض کرتا ہوں - کہ میرے نزدیک مسئلہ تناسخ غلط ہے - اگر آریہ
صاحبان یوں فرماویں - کہ دیگر اقوام میں شہنشاہ و شاہ و وزیر پائے جاتے ہیں
دراصل وہ سب لوگ پچھلے جنم میں ویدشاستر کے بھگتی تھے مگر بعض بعض فروگذاشت
کے باعث وہ دیگر اقوام میں شاہ و بادشاہ بنائے گئے - تاکہ اپنے کرموں کا
پھل پاویں - پس بلامبالغہ گذارش ہے - کہ اگر ایسا خیال آپ کا ہو - تو یہ عجیب
منطق ہوگی - جسکا سمجھنا محال ہے - اور کوئی عقلمند آدمی اسکو ہرگز تسلیم نکریگا
کاش وہ بھگتی شہنشاہ یا شاہ و وزیر کے عوض آریہ صاحبان کے سیوک
ہی بنائے جاتے - تو اُن بیچاروں کے حق میں بہتر ہوتا - کیونکہ وہ دوبارہ قائل
ویدشاستر ہوکر اس آواگون سے نجات تو پاجاتے - مگر اب تو وہ بے انتہا جونوں
کے چکر میں پھنس جائیں گے - کیا آپکا پرمیشر ایسا ظلم کرنا پسند کرسکتا ہے کہ
اونکو شاہ بنا کر گمراہ کردے - دوسرے آپ کے ویدشاستر کی تعلیم شاید ناقص
ہوگی - کہ جس سے وہ بھگتی لوگ دائمی چکر میں مبتلا ہوجاتے ہیں - پس عقل
سلیم کے نزدیک یہ متضاد بات ہرگز قابل تسلیم نہیں - آپ صاحبان بھی بلارعایت
مذہبی غور فرماویں - میرے نزدیک اسیوجہ سے تناسخ باطل ہے -

ناظرین! آؤ اس مسئلہ پر ایک اور طریق سے نظر ڈالیں اور ٹھنڈے دل سے غور کریں
کہ آیا مسئلہ تناسخ راست ہے یا غلط - ابتک تو میںنے صرف امیری اور تندرستی خوشحالی
اور فارغبالی کے متعلق بحث کی ہے - اچھا اب امراض و بیماری کی بابت غور کریں -
اور دیکھیں کہ ہمارے آریہ بھائیوں کے مذہبی اعتقاد کے موافق اس دنیا میں عمل
ہو رہا ہے یا کیا؟

حضرات ہمارے برادران آریہ صاحبان اسبات کا ازروئے ویدشاستر اقرار
کرتے ہیں - کہ اس موجودہ زندگی میں جو کچھ دکھ سکھ ملتا ہے وہ گذشتہ جنم کے
عملوں کا پھل ہے - مثلاً ایک بچہ ایسے والدین کے یہاں پیدا ہوا - جنکو مرض آتشک

وجذام ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اُس بچہ کو مرض آتشک وجذام پیدائشی ہوگا۔ مگر آریہ صاحبان فرماتے ہیں۔ کہ اُس بچہ میں ایسی ہی روح آویگی۔ جس نے جنم گذشتہ میں ایسے ہی عمل کئے ہونگے جسکی پاداش میں وہ ساری عمر جذام و آتشک سے تکلیف پاتا ہے یا اندھا و لنگڑا ہو جاوے ۞

اب غور طلب یہ بات ہے اور تجربہ سے ظاہر ہے کہ منجملہ دیگر امراض کے مرض چیچک یعنے ماتا ایسا عام مرض ہے کہ اس مرض سے دنیا میں کوئی بچہ محفوظ نہیں رہ سکتا۔ (اگر ہزاروں میں کوئی محفوظ ہے تو وہ قابل توجہ نہیں ہے) اور اس مرض کے نتائج بھی ایسے ہی خراب ہیں۔ کہ توبہ ہی بھلی ہے بچے اندھے ہو جاتے ہیں۔ لنگڑے ہو جاتے ہیں۔ ورنہ بدصورت تو ضرور ہی ساری عمر کے لئے ہو جاتے ہیں۔ اب غور طلب یہ بات ہے۔ کہ آیا وہ کونسا ایسا گناہ ہے جو تمام ذی روح میں خمیر کیا گیا ہے جس سے کوئی انسان بچ نہیں سکتا اور ہر ایک کو لامحالہ اسکی پاداش میں سخت سے سخت مصیبت جھیلنا پڑتا ہے اور اس میں طرفہ تر یہ ماجرا ہے۔ کہ جب سے سرکار دولتمدار نے ٹیکہ چیچک کا رواج دیا ہے۔ اور حمن الطفال کو قرار واقعی ٹیکا ہو جاتا ہے۔ وہ مرض چیچک اور اوسکے نتائج سے ساری عمر محفوظ رہتے ہیں یہ بات اب ایسی علم ہوگئی ہے کہ جسکی نظیر پیش کرنیکی ضرورت نہیں ہے۔ اب یہ خیال کرنا کہ وہ گناہ دنیا سے جاتا رہا اور لوگ اوس گناہ کے اب مرتکب نہیں ہوتے۔ جس سے معتوبات مرض چیچک میں مبتلا ہوں۔ تو اس خیال کی تصدیق بہت جلد ہو سکتی ہے کہ وہ ذی عقل اصحاب اپنے بچوں کے ٹیکہ نہ کرائیں اور پھر نتیجہ دیکھیں۔ کہ فی الواقعہ وہ گناہ دنیا سے مفقود ہو گیا ہے یا نہیں۔ لیکن میری رائے میں ایسی جرأت خلاف عقل کوئی صاحب نہیں کریں گے۔ پس درحقیقت اگر موجودہ تکالیف ورنج وغیرہ گذشتہ کرموں کے پھل تصور کئے جائیں۔ تو اسکے مقابلہ میں انسانی تدبیر کوئی پیش رفت نہ آئیگی کیونکہ پرمیشر نے انصاف کر کے اوسکا ایسے جسم سے تعلق کر دیا ہے۔

اوسکی سزا پاوے مثلاً قدرت نے نیم کو تلخ کر دیا ہے تو کوئی ترکیب ایسی نہیں
کہ وہ نیشکر کا درخت بن جاوے۔ پس اگر انسانی تدابیر اوسکے انصاف شدہ
مسئلہ کو پلٹ دینے میں کامیاب ہووی تو یہ گذشتہ جنم کے کرموں کا پھل نہ رہیگا
اسلیے میری رائے میں مسئلہ تناسخ واجب التسلیم نہیں ہے یا مثلاً پرمیشر نے ایک
گنہگار کی روح کو سزا اُبّلی اور دوسرے گنہگار روح کو چوہا بنایا۔ اب بلی کی
خود اک فطرتاً چوہا ہے اور اُس بلی نے چوہے کو پکڑ کر کھا لیا۔ اب بلی کو چوہے کی
گرفتاری سے بچانے کی کوشش کرنا خلاف مرضی پرمیشر عمل میں لانا ہے۔ اور
بلی کی جان پر ظلم ڈھانا ہے۔ ہمارے آریہ بھائی اس سے ضرور یہی نتیجہ نکالینگے
کہ پرمیشر نے اون کے گناہوں کی پاداش میں ایسا ہی جنم عطا کیا تھا جو اپنی اپنی طریق
سے سزا بھگت رہے ہیں۔ پھر ہم اپنے آریہ بھائیوں سے بادب التماس کرتے
ہیں کہ ہمارے لئے (یعنے مسلمانوں کے لئے) بھی ایسا ہی حکم کیوں نہیں لگاتے
یعنے جب ہم بکرے یا مرغ کو بھکش کرتے ہیں۔ تو کیوں نہیں فرماتے۔ کہ بکری
و مرغ اسیواسطے اس جون میں پیدا ہوئے تھے۔ کہ اونکو مسلمان بھکش کریں
اور وہ گنہگار روحیں اپنے سزا اعمال کو پہونچیں۔ ہمارے اوپر ظلم و جبر کا اتہام
کیوں لگایا جاتا ہے۔ ہمنے تو عین پرمیشر کے تجویز کردہ عمل پر عمل کیا تھا۔ اگر
کوئی صاحب یہ فرماویں۔ کہ انسان ذی عقل ہے مثل بلی و چوہے کے لاعقل
نہیں۔ اسواسطے جیو ہتیا سے باز رہنا چاہیئے۔ مگر گذارش ہے۔ کہ ہم ذی العقل
سہی۔ مگر بکرے و مرغ تو اسی سزا کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ کہ اونکو
دیگر انسان و حیوان کھائیں۔ پھر ہم کسطرح نہ کھاتے اور پرمیشر کی مرضی کسطرح
پوری نہ ہوتی۔ اگر ہم باز رہیں۔ تو پرمیشر کا انصاف عمل میں نہیں آسکتا اور
بکرے و مرغ اپنی سزا کے نیچ رہتی ہیں۔ جس سے آپ کے پرمیشر کا عدل
کھنڈت ہوتا ہے مگر ہم اسکے خلاف آپ صاحبان کو کوشش کرتے دیکھتے
ہیں گویا آپ پرمیشر کی مرضی کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ کیونکہ آپ ہمکو رحم و کرم یعنے

دیا و کرپا کرنا سکھلاتے ہیں - مگر دوسری طرف پرمیشر کو محض منصف گردانتے ہیں - اگر پرمیشر کبھی دیا و کرپالو ہوتا تو گنہگار ارواح کو بکرا و مرغ بناکر مسلمانوں کی دعوت نہ کرنا - غرض مسئلہ تناسخ کو مان کر ہمکو اس موجودہ زندگی میں کوئی کوشش اپنی بھلائی نہ کرنا چاہئے - کیونکہ موجودہ زندگی میں تو ہم ماضی گناہوں کی پاداش میں جو اٹل ہے مبتلا ہیں - البتہ بجز نیکی کے جو محض عبادت سے مراد ہے اور وہ بھی باحکام وید شاستر ہو - جسکا پھل آئندہ زندگی کے زمانہ پر منحصر ہے اسوقت کچھہ فائدہ نہیں ہوسکتا - مگر جب ہم دیکھتے ہیں - کہ ہماری تدابیر اور سعی و کوشش سے بہت کچھہ فائدہ ہوتا ہے - تو ہمارے دل سے مسئلہ تناسخ کی وقعت جاتی رہتی ہے اور اسلئے یہ مسئلہ باطل ہے -

اب اس مسئلہ تناسخ پر ہم ایک اور گہری نگاہ ڈالکر سوچتے ہیں اور آریہ صاحبان سے گذارش کرتے ہیں - کہ بالفرض والتسلیم مسئلہ تناسخ صحیح ہے - اور آپ صاحبان کی ان تھک کوشش سے تمام جہان آریہ ہوکر اور وید مقدس کا پیرو بنکر نجات پاگیا مگر دوسری مرتبہ جب پرمیشر اس دنیا کو موجودہ حالت بخشیگا - تو پھر یہی نجات یافتہ روحیں قالب انسانی پائیں گی - اور یہی جنم مرن کا دورہ شروع ہوگا - گو کتنی ہی مدت تک ارواح پرم آنند میں رہیں مگر پھر بھی یہی کھٹکا لگا رہیگا - کہ ایک وقت میں یہ جگہ چھوڑنی پڑے گی - اور وہی دکھہ جو پہلے بھگت چکے ہیں بھگتنا پڑیگا - تو فرمایئے ؟ کہ یہ نجات کس قسم کی نجات ہے - ایک عقلمند شخص تو ایسی نجات سے مطمئن خاطر نہیں ہوسکتا - اس لئے میری دانست میں مسئلہ تناسخ درست نہیں ہے -

اب ہم ایک اور پہلو سے اس مسئلہ تناسخ پر نظر ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ آیا یہ مسئلہ ٹھیک ہے یا نہیں مثلاً ہمارے آریہ بھائی بجز انسانی جون کے دوسری جونوں کو سزا بھگتنے کا جون سمجھتے ہیں - پس ہم کہتے ہیں - کہ سزا جس شخص کو دیجاتی تو اوسکو سمجھا دیا جاتا ہے کہ تمکو فلانے جرم کے عوض میں سزا دی گئی ہے تاکہ

یہ سمجھکر آئیندہ اوس جرم شنیعہ سے باز رہے اور دوسرے دیکھنے والے بھی عبرت پکڑیں اور سمجھیں کہ اگر ہم ایسا کام کریں گے تو فلاں شخص کیطرح سزا پائیں گے پس وہ اُس گناہ سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور سزا کا فائدہ بھی یہی ہے۔ کہ خود مجرم اور دوسرے اشخاص بچ رہیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یہاں یہ فائدہ مفقود ہے۔ کیونکہ چوہے اور بلی اور سوٴر وا آلو نہیں جانتے۔ کہ ہم دراصل کیا تھے اور کہاں سے کیا بنائے گئے۔ اب اگر انسانی جون ملیگی۔ تو ہم ایسا ہرگز نہ کرینگے کہ پھر سوٴر اور گدھا بن جانا پڑے اور اُن کے نہ سمجھنے کی دلیل یہ ہے۔ کہ انسان جو سخت تکلیف کیحالت میں ہوتا ہے یعنے اندھا یا جزامی وغیرہ وغیرہ وہ خود نہیں سمجھ سکتا۔ کہ مینے فلانا گناہ کیا تھا۔ اوس عمل کی پاداش میں نابینا یا محتاج و مریض بنایا گیا ہوں۔ تو پھر حیوان مطلق بیچارے تو کیا سمجھ سکتے ہیں پس اس سزا سے نہ تو خود مجرم ہی متنبہ ہوتا ہے نہ دوسرے کو عبرت اسوجہ سے یہ سزا معقول سزا نہیں ہے۔ اور ہمارے آریہ بھائیوں کا خیال غلط ثابت ہوتا ہے جس سے مسئلہ تناسخ کی صاف بیخکنی ہوگئی۔ اگر آریہ صاحب یہ فرمائیں۔ کہ محض یاد کا نہ ہونا کوئی حجت نہیں ہے۔ ہمکو عالم شیر خوارگی کی کچھ باتیں یاد نہیں ہیں تو کیا ہم اُس عالم میں نہ تھے۔ ہم اسبات کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ بیشک عالم شیر خوارگی کی باتیں یاد نہ سہی مگر یہاں تو سزا کا ذکر ہے۔ کیا ہماری عقل جائز رکھتی ہے۔ کہ ایک شیر خوار ناسمجھ بچہ نوزائیدہ کو سزا تنبیہ کے لئے دی جائے خواہ اُس بچہ کو یاد رہے یا نہ رہے۔ ہرگز نہیں کوئی عقلمند شخص ایسی سزا کو تسلیم نہیں کرسکتا۔ نہ اوس بچہ کے حق میں سزا جائز رکھیگا۔ پس پرمیشر جو ہم سے اعلے درجہ کا منصف ہے وہ کسطرح جائز رکھیگا۔ کہ بغیر علم مجرم کو سزا دیجاوے۔ تاکہ وہ نصیحت پکڑے۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ مسئلہ تناسخ کے قائلین راستی پر نہیں ہیں۔ اور اس لئے یہ مسئلہ مذکورہ بالا غلط ہے۔ ہمارے آریہ بھائی اسبات کو مانتے ہیں۔ کہ روح و پرمانو مثل پرمیشر کے قدیم ہیں پرمیشر روح و پرمانو پر حکمران

جو روح جسطرح کے عمل کرتی ہے اوسکو پرمیشر ویسا ہی ثمرہ دیتا ہے۔ اور یہ انتظام
عالم اوسکے دم قدم سے قایم ہے بالفرض اگر پرمیشر نہ ہو (جیسا کہ ناستک مت
والے کہتے ہیں) تو یہ انتظام عالم درہم برہم ہوجاوے۔ اور ارواح شتر بے مہار
کی مانند ہوجائیں۔ پس بالطبع یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پرمیشر جو ارواح پر بالجبر
حکمراں ہے۔ وہ کیوں ہے؟ کیونکہ اسطور سے یعنے جبکہ ارواح مخلوق نہیں
ہیں۔ تو وہ دو حال سے خالی نہ ہونگے۔ یا تو خود مختار ہونگی یا مجبور۔ اگر خود مختار ہیں
تو صاف ظاہر ہے کہ روحوں کو پرمیشر کی کچھہ کبھی حاجت نہیں۔ اور اگر مجبور ہیں تو
کیوں؟ پرمیشر روحوں پر کونسا استحقاق حکمرانی رکھتا ہے۔ کیا پرمیشر روح
کو پیدا کرسکتا ہے؟ نہیں۔ کیا پرمیشر روح کی کوئی صنعت گھٹا یا بڑہا سکتا
ہے؟ نہیں۔ کیا پرمیشر روح کا کوئی اعلے و ادنٰے قصور معاف کرسکتا ہے
نہیں۔ کیا پرمیشر روحوں کو دائمی نجات بخش سکتا ہے؟ نہیں۔ کیا پرمیشر روحوں
کو جنم مرن کے دکھہ سے نجات دیسکتا ہے؟ نہیں۔ کیا پرمیشر روحوں کو فنا
کرسکتا ہے؟ نہیں۔ بلکہ اسکے برعکس۔ کیا روحیں مثل پرمیشر کے ازلی ابدی
نہیں ہیں؟ ہیں۔ کیا روحیں پرمیشر سے کسی قسم کا احتیاج رکھتی ہیں؟
نہیں۔ کیا روحیں مثل پرمیشر کے اپنے تمام ذاتی افعال و اطوار و خصائل و نکوکاری
و بدکاری میں ازلی و ابدی نہیں ہیں؟ ہیں۔ پہر فرمایئے! پرمیشر کا کونسا حق ہے جو
جو روحوں پر حکمرانی کرے؟ اور ایسے مجبور و کمزور حکمران کی حکمرانی کی وقعت
محکوم کے دلوں میں کہانتک ہوسکتی ہے میرے بزرگ آریہ بہائیو! تمکو اپنے سچے
وید مقدس کی سوگند۔ کیا یہ تقریر تمہارے دلوں پر کچھہ اثر نہیں کرتی۔ کیا یہ فلسفانہ
تقریر آپ صاحبان کے خیالات میں کچھہ تغیر و تبدل نہیں کرتی۔ آپ صاحبان تو
دلائل عقلی کے تسلیم کرنے کو ہر وقت اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ پہر کیا وجہ ہے کہ
دلیل مذکورہ بالا پر تم غور کرکے کسی نتیجہ پر نہیں پہنچتے۔ برائے پرمیشر دل میں
ٹھنڈے دل سے انصاف تو کرو۔ کہ سچ تو ہے۔ کہ پرمیشر مفت میں کس

استحقاق کی وجہ سے روحوں پر حکمرانی کرتا ہے۔ مثلاً ایک گنہگار روح کا ایسا گناہ
کہ جسکی پاداش میں اُس روح نے قالب سگ اختیار کرنا ہے۔ اب روح بوجہ کراہت
طبعی انکاری ہے مگر پرمیشر بزور تمام اُس روح کو سگ کے قالب میں داخل کرتا
ہے۔ کیوں؟ کوئی وجہ؟ آپ فرمائینگے کہ وجہ وہی گناہ۔ توہم لکھتے ہیں کہ یہ
تو خود بخود ہوناتہا۔ روح خواہ نخواہ قالب سگ اختیار کرتی۔ خواہ پرمیشر ہوتا یا
نہ ہوتا۔ کیونکہ عالم بوجہ خود بخود ہونے کے یعنے غیر مخلوق ہونے کے اپنے طبعی
قانون میں جکڑا ہوا ہے اور عالم میں جو کچھہ تغیر و تبدل سیاہ و سفید زرد و سُرخ
موت و حیات ہم معائنہ کرتے ہیں یہ سب اُسیکا اپنی قوت دافعہ و جذب سے کام
کررہے ہیں۔ اب اس قانون قدرت میں کچھہ کمی بیشی نہیں ہوسکتی۔ نہ اس میں
کچھہ کم ہوکر گھٹ سکتا ہے۔ نہ زائد ہوکر بڑھ سکتا ہے۔ نہ مادہ فنا ہوسکتا ہے
نہ اس مادہ پر کوئی قدرت ہی اس قسم کی رکھتا ہے۔ الغرض یہ عالم جیوں کا تیوں
جس مقدار میں تہا۔ اُسی مقدار میں موجود ہے اور آئندہ ہمیشہ موجود رہیگا۔
اس لئے ناستک مت والے کہتے ہیں۔ کہ نہ خدا نہ پرمیشر نہ گاڈ کی ضرورت
ہے۔ ہاں اگر ہم اس میں کچھہ کم و بیش ہونا معائنہ کریں۔ مادہ کو فنا ہوتا ہوا دیکھیں
یا ایسا مادہ جو عالم میں پہلے سے موجود نہ تہا۔ پیدا ہوتا ہوا دیکھیں القصہ کچھہ بھی
فرق پڑجائے توہم اُسی فارق کا نام پرمیشر یا خدا رکہیں۔ نہ ہم ایسا دیکھتے ہیں
نہ خدا کو تسلیم کرتے ہیں۔ اگرچہ میں اس مقام پر بمصداق اس شعر کے ؎

سخن بین کزو دور چوں ماندہ ایم
کجا بود اوہم کجا راندہ ایم

اپنے نفس مضمون سے دور جا پڑا ہوں۔ کیونکہ میرا روئے سخن اہل آریہ صاحبان
سے ہے جو پرمیشر کی ہستی کے قائل ہیں اور دلائل میں نے مختصراً اہل ناستک مت
کے تحریر کئے۔ مگر میں اپنے ناظرین کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ میں نے
دلائل مذکورہ اسواسطے تحریر کئے ہیں۔ کہ آپ صاحبان کو اہل آریہ اور اہل ناستک میں

جو نازک سا فرق ہے کسی موقعہ پر دکھلاؤں۔ اور سوقت آپکو اس میری سمع خراشی کا لطف آجائے گا۔ غرض باوجود موجود ہونے پرمیشر کے جو روح قالب سنگ میں نہیں جاتی۔ اور اس روح کو پرمیشر بجبر داخل قالب سنگ کرتا ہے تو کوئی حق پرمیشر کو حاصل نہیں کہ پرمیشر اوس گنہگار روح پر جبر کرے۔ استحقاق حکمرانی قاعدہ کے موافق پرمیشر کو اوسیوقت حاصل ہو سکتا ہے۔ کہ وہ روحوں کے دُکھہ سکھہ میں کام آسکے یا روحوں کا خفیف سا قصور بھی معاف کر سکے یا روحوں کو اُنکے علموں سے زیادہ رزق و شادمانی وغیرہ عطا کر سکے یا جنم مرن کے دُکھہ سے ہمیشہ کے لئے نجات دیسکے۔ یا روحوں کی گریہ وزاری کے باعث اُن کی توبہ قبول کر سکے۔ جب یہ باتیں نہیں۔ تو پرمیشر کو حق حکمرانی کیسا؟ میں حقوق کی نسبت ایک لمبی مثال بالتشریح پیش کرتا ہوں۔ تاکہ اوسکو عام نہیں۔ بلکہ عوام الناس بھی اچھی طرح سمجھہ لیں۔ اور پھر دل میں انصافاً غور کریں کہ آیا یہ سچ ہے یا غلط۔

فرض کرو۔ کہ ایک شخص دہلی کا باشندہ ایک ایسے دور دراز غیر شہر میں وارد ہو۔ جہاں نہ کوئی اوسکو جانتا ہو۔ اور نہ یہ کسیکو پہچانتا ہو۔ بلکہ زبان تک سے بھی محض نا آشنا ہو۔ تو اس بفروض شخص کا اُس شہر کے باشندوں پر کوئی حق نہیں ہے کہ اون سے حکماً تو درکنار بطریق دوستانہ اپنا ذاتی کام لے مگر اتفاقاً ہمارے مفروضہ شخص کو ہند کا ایک باشندہ ملجاوے تو یہ نسبتاً اُس شہر کے باشندوں کے اس شخص سے اپنی حالت کہنے کا اور اپنے کام میں امداد لینے کا زیادہ مستحق ہے مگر ایک شخص خاص دہلی شہر کا ملجاوے تو اس پر نسبتاً بہت زیادہ حق ہوگا۔ اور اگر دہلی کے اوسی محلہ کا جسکا مفروض شخص ہے ملجاوے۔ تو استحقاق کا درجہ اور بھی بڑھ جاتا ہے اور اگر وہ سرسری آشنا نکل آوے۔ تو پھر کیا ہی کہنا ہے۔ اور اگر محلہ کا یار غار ملجاوے۔ تو پھر تو بارہ ہی ہوجائیں اور نسبتاً استحقاقی پارہ کا نمبر ایک سے دس اور دس سے بیس اور بیس سے پچاس

ہو جاوے۔ اور اگر اُس مفروضہ کا دیرینہ وفادار ملازم ہو۔ تو اوسپر تو وہ ہر طرح کا استحقاق
رکھتا ہے اور اُس سے مالکانہ ہر ایک کام لے سکتا ہے۔ اور اگر اوسکا غلام زر خرید ہو
(جو اب ہند میں رسم نہیں رہی۔ اگرچہ دار الاسلام میں اب بھی رائج ہے) تو استحقاق
پارہ ساٹھ ستر سے گذر کر اسی درجہ پر جا رہتا ہے۔ اور اگر اسکا متبنّے فرزند ہو۔ تو پارہ
پورے نوّے درجہ پر ہوگا۔ اور اگر خاص صلبی پسر ہو۔ تو پھر تو پورا پورا استحقاق جسکا
پارہ سو درجے پر ہوگا۔ حاصل ہوگا۔ اب ان حقوق پر غور فرمائیے اور اُس مفروضہ شہر
کے باشندوں سے لیکر باشندہ ملک ہند و باشندہ خاص شہر و محلہ و سرسری
ملاقاتی و یار غار و ملازم و غلام زر خرید و فرزند متبنّے و فرزند حقیقی تک سلسلہ استحقاق
حکمرانی مفروضہ شخص کا بڑہاتے چلے آئے تو صاف ثابت ہوگا۔ کہ استحقاق کے
پارہ کا آخری نمبر فرزند خاص پر آکر ٹھہریگا۔ ارواح چونکہ انادی ہیں۔ اس لئے
پرمیشر روحوں پر مثل فرزند خاص کے حکم نہیں کر سکتا۔ روحیں اپنی تمام نیک و بد
صفات میں پہلے ہی سے متصف ہیں۔ نہ پرمیشر کچھہ گھٹا سکتا ہے۔ نہ بڑہا سکتا
ہے اس لئے فرزند متبنّے کا سا حق بھی پرمیشر کا باطل ہے۔ پرمیشر روحوں کو عمل نیک
و بد کے عوض میں جنم مرن سے ہمیشہ کے لیے مکتی نہیں دلیسکتا نہ عفو قصور کر سکتا
ہے۔ اس لئے روحوں پر غلامانہ استحقاق بھی پرمیشر کو حاصل نہیں ہے کیونکہ ایک
خود مختار آقا اپنے غلام کا بعض وقت قصور معاف کر دیتا ہے۔ اور بعض وقت
خوش ہوکر اوسکے کام کے حق سے زائد عطا کر دیتا ہے۔ مگر پرمیشر میں یہ صفت
روحوں کی نسبت پائی نہیں جاتی۔ پرمیشر روحوں کے ساتھہ کوئی نیک سلوک بجز
عمل صالحہ کے نہیں کر سکتا۔ اس لئے روحوں پر پرمیشر کو ملازمانہ حق بھی نہیں ہر
پرمیشر روحوں سے گاہ بگاہ چشم پوشی بھی نہیں کر سکتا (بعض معاملات میں ایک
دوست اپنے دوست سے چشم پوشی کرتا ہے اور در گذر شکوہ و شکایت باز نہیں کرتا) اسلئے
پرمیشر کا ارواح پر سے حق دوستانہ بھی نادارد ہی۔ غرض پرمیشر اور ارواح میں کوئی
ایسا تعلق پایا نہیں جاتا۔ کہ روحیں پرمیشر کے مطیع الفرمان کبھی بن جاویں۔ بس

اسلئے مسئلہ تناسخ باطل ہے اگر ہمارے بھائی آریہ صاحبان یہ فرماویں کہ پرمیشر عادل ہے بجز عدل کے اور کچھ وہ نہیں کرتا۔ کیونکہ جب وہ عدل کے خلاف عمل کرے گا۔ تو وہ ظلم ہو گا۔ اور پرمیشر ظلم سے متنفر ہے پس ہم جواباً عرض کرتے ہیں۔ کہ فی الواقع پرمیشر عادل ہے۔ اور ظلم سے نافر ہے۔ مگر دنیا میں گناہ کئی قسم کے ہیں۔ اور ہر قسم ایک قسم سے جدا ہے۔ بعض شدید ہیں بعض خفیف۔ بعض حق العباد کے متعلق ہیں۔ بعض خاص پرمیشر کے ہیں۔ اس لئے بعض قسم کے گناہ معاف بھی ہو سکتے ہیں۔ اور بعض کے لئے سزا دی جا سکتی ہے اور بعض گناہ قابل معافی نہیں ہیں۔ پس اگر پرمیشر کسی قسم کے گناہ بھی خواہ خفیف ہوں یا نہ ہوں معاف نہیں کر سکتا۔ تو پرمیشر محض نتیجہ عدل میں مثل ایک بے حس و حرکت جاندار کے پہنسا ہوا ہے۔ اور اپنی کسی صفت از قسم دیا و کرپا سے جسکو دوسرے لفظوں میں رحم و کرم کہہ سکتے ہیں۔ کام نہیں لے سکتا۔ دنیاوی عدالتوں میں کبھی بعض مجرم اپنے کو رحم عدالت پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اور عدالت بعض مرتبہ تخفیف سزا بھی کر دیتی ہے۔

پس جب دنیاوی عدالتوں کا یہ عدل ہے۔ تو پرمیشر کو تو بڑا ہی دیالو اور کرپالو ہونا چاہیے۔ خود مختار بادشاہ اکثر مجرموں کے قصور جو قابل معافی ہوں۔ معاف کر دیتا ہے اور آئندہ کیلئے تنبیہ کر دیتا ہے۔ بعض اشخاص کو بادشاہ خود مختار خداسے کام کے عوض نسلاً بعد نسل جاگیریں بخشدیتے ہیں۔ اور اس عمل سے ریاست میں کچھ فرق نہیں آتا۔ بلکہ لوگ اوس بادشاہ کے ثناخوان ہوتے ہیں۔ ابھی دہلی دربار کے موقعہ پر سرکار انگلشیہ سے مستحق لوگوں کو انعامات و جاگیریں ہمیشہ کے لئے ملی ہیں ہم اپنے ذاتی معاملات میں روزمرہ اپنے چھوٹے عزیزوں اور نوکروں کا بعض قصور جو قابل معافی ہوتا ہے معاف کرتے رہتے ہیں۔ اور خود بندگوں سے معافی مانگ کر ستو جب معافی ہو جاتے ہیں پس افسوس ہے کہ جبکہ اس دنیا کے عقلمندوں کا عمل ہے اور شب و روز ہمارے سامنے

وہ عمل ہوتا رہتا ہے - اگر یہی عمل پرمیشر کی نسبت عرض کیا جاتا ہے تو خشک جواب ملتا ہے - کہ پرمیشر بجز عدل کے اور کچھ نہیں کرتا - عدل کیا ہے ؟ پرمیشر کے لئے تو اچھا خاصہ ایک شکنجہ ہے جس سے پرمیشر ہی خائف معلوم ہوتا ہے پس بباعث عدل خفیف گناہوں کے عوض بھی اگر پرمیشر ارواح کو تناسخ کے چکر سے بچا نہیں سکتا - تو اسی سے صاف ثابت ہے - کہ تناسخ درست نہیں۔

ناظرین ! ابطال تناسخ کے لئے ایک اور دلیل عرض کرتا ہوں اور وہ یہہ ہے - کہ آریہ صاحبان جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں - روح و پرمانو کو انادی تسلیم کرتے ہیں - مگر روحوں کی انادیت سے جو ایک سخت قباحت لازم آتی ہے - وہ یہ ہے کہ پرمیشر کو روح و پرمانو کا پورا پورا علم بھی نہ ہوگا - کامل علم صرف اوسی شئے کا ہوتا ہے - جو اپنے ہاتھوں سے نکلی ہو (یعنے مخلوق ہو) گو ارواح ہمیشہ سے پرمیشر کے ساتھ ہوں (باعتقاد اہل آریہ صاحبان) مگر پرمیشر کا علم حاصل کرنے کے لئے کچھ وقت ضرور صرف ہوا ہوگا - پھر بعدہ قابض ہوا ہوگا - پس جو وقت تحصیل علم میں صرف ہوا - اوسقدر وقت تک پرمیشر کو علم روح و پرمانو سے جاہل ماننا جائے گا - جو خلاف عقل ہی نہیں بلکہ پرمیشر پر بدنما اور سیاہ داغ لگاتا ہے اگر کوئی صاحب یہ فرماویں - کہ جب پرمیشر و پرمانو و روح انادی ہیں تو جو شئے ہمیشہ سے جسکے ساتھ ہوتی ہے اوسکا علم ہمیشہ اوسکو رہتا ہے مگر یہ دلیل ضعیف ہے فرض کرو - کہ ایک بالغ ہمیشہ گھڑی اپنے پاس رکھتا ہے اور ایک شخص ہمیشہ ریل پر سوار ہوتا ہے - یا ایک شخص ہمیشہ مقدمات کرتا رہتا ہے تو یہ اشخاص گھڑی ساز اور مستری یا ایک لائق بیرسٹر نہیں بنجاتے - یعنے اُن لوگوں کو انتہائی علم گھڑی اور ریل یا قانون کا نہیں ہوجاتا - مگر اوسیکو علم ہوگا - جو توجہ کرکے خاص علم کی طرف مائل ہوکر شوق سے سیکھے - اور اپنا عزیز وقت صرف کرے - تب ایک عرصہ کے بعد وہ لائق اور کامل بنیں گے بعض شئے کے ہمراہ رہنے سے شئے کا کماحقہ علم نہیں ہوتا - پس پرمیشر کو روح

ویر پانو کا علم اکتسابی علم ہے۔ نہ علم طبعی جسطرح النسان کی پیدائش سے پہلے ہی زمین تانبا لوہا سونا چاندی وغیرہ کی کانیں موجود تھیں مگر انسان نے رفتہ رفتہ بعض وقوعات کی وجہ سے یہ اشیاء زور عقل سے دریافت کیں۔ گو زمین میں ان معدنی اشیاء کا وجود پہلے سے موجود تہا۔ مگر انسان کو معلوم نہ تہا۔ پس اسیطرح گو پرمیشر کے ساتھہ ساتھہ پرمانو و ارواح موجود تھیں۔ مگر بغیر شوق و توجہ کے پرمیشر کو علم نہ ہوا ہوگا۔ اور دیکھکر بھی دفعتاً علم نہ ہو گیا ہوگا پہلے کچھہ عرصہ تک بعض اجزاء کو بعض اجزاء سے ملا کر دیکھا ہوگا۔ پھر اوسکے اوزان مقرر کئے ہونگے۔ پھر ارواح کے تحمل اور برداشت کو دیکھا ہوگا۔ غرض جس طرح ایک کیمسٹ یعنی کیمیاگر اشیاء کو الٹ پلٹ کر آزماتا ہے۔ اور پھر ایک مفید یا مضر شے کے موجد کہلانیکا مستحق ہوتا ہے۔ بعینہ یہی حال (بشرطیکہ پرمیشر کو خالق ارواح و پرمانو تسلیم نہ کریں) پرمیشر کا ہے۔ اور یہی باتیں پرمیشر کی عظمت اور حکمت کاملہ میں سخت معیوب ہیں اور اس سے بڑہکر پرمیشر کو محتاج بالغیر ثابت کرتی ہیں۔ پس یہ دلیل نہ صرف تناسخ کے ابطال کے لئے کافی ہے۔ بلکہ پرمانو و ارواح کی قدامت یعنے انادیت بھی باطل ثابت کرتی ہے اور اسیوجہ سے تناسخ جائز نہیں۔

پس اے آریہ بہائیو! کیا آپ یہ تمام ذلتیں اور نامعقول باتیں پرمیشر کے حق میں جائز کہتے ہو۔ اور اسکو محتاج بالغیر بنا کر خوش ہوتے ہو۔ اور تناسخ کے چکر میں پھنس کر خود کتا۔ سوئر۔ الو۔ چوہا۔ بلی۔ لومڑی۔ گھوڑا۔ گدہے۔ قیشر پیش حشرات الارض حتے کہ بجس تک کیڑے اپنے گناہوں کے عوض میں بننا پسند کرتے ہو۔ مگر اپنی اس ناجائز ضد سے باز نہیں آتے۔ کہ پرمیشر کو اگر خالق ارواح و پرمانو مان لیا جاوے۔ تو روح و پرمانو کہاں سے پیدا ہوئے۔ اور کس طرح پیدا ہوئے۔ اور جب مادہ و روح کو حادث (یعنے مخلوق) تسلیم کر لیا۔ تو عدم لازم آتا ہے پس اگر کچھہ نہ تہا۔ تو پرمیشر گویا مفلس تہا۔ پہر پیدا کر کے خالق ہوا۔ ورنہ صنعت خالقیت معطل و بیکار تھی۔ یہ صرف چند اعتراض آپ آریہ صاحبان کے اہل اسلام پر ہیں جنکی

وجہ سے آپ روح و پرمانو کو (بہ سبب عقلی عجز کے) مثل پرمیشر کے ازلی و ابدی جانتے ہیں:-

پس اگر آپ صاحبان ٹھنڈے دل سے اور بلا تعصب غور فرمائینگے تو میں آپ صاحبان کے سمجھانے کی ایک ناچیز سی کوشش کرونگا- شاید کوئی منصف دل حق جو حق پسند قبول کرے- ورنہ یوں تو یہ مخمصہ ہمیشہ سے چلا آیا ہے- اور ہمیشہ چلا جائے گا-

آپ صاحبان خوب اچھی طرح سے اسبات کو ذہن نشین کرلیں- کہ آپ کی تحقیقات کے نتائج نیز اہل اسلام کی تحقیقات کے نتائج ایک دوسرے کے نزدیک بغیر کسی معقولی اعتراض کے نہیں رہ سکتے- جسطرح آپکو ہماری تحقیقات پر اور اعتقاد پر حق اعتراض حاصل ہے- اسی طرح ہمکو آپ کی تحقیق و اعتقاد پر- مگر غور طلب صرف یہ امر ہے کہ دونوں (اہل اسلام و اہل آریہ) کی تحقیق و اعتقاد پر جو جو اعتراض ہیں- اون میں سے کون کون سے اعتراض پرمیشر کی ذات و علم صفات پر بدنما داغ لگاتے ہیں- اور کون سے اعتراض پرمیشر کی صفات و توحید و تقدیس پر دھبہ نہیں لگاتے- مثلاً جب آپ روح و پرمانو کو قدیم فرماتے ہیں تو ہم (اہل اسلام) معترض ہوتے ہیں- کہ پرمیشر محتاج بالغیر ٹھہرتا ہے- اور اوسکو علم اکتسابی ہے نہ علم طبعی- روح و پرمانو قدامت یعنے انادیت میں پرمیشر کے ہم پلہ ہیں اور اسوجہ سے ارواح پرمیشر کی مطیع الفرمان اور محتاج نہیں معلوم ہوتیں- پرمیشر صرف روح و پرمانو پر بوجہ علم قابض ہو گیا ہے مالک نہیں ہے- (پوشیدہ نرہے کہ مالک اور قابض میں جو فرق ہے اوس سے اہل علم اور قانون پیشہ لوگ بخوبی واقف ہیں- مگر عام واقفیت کے لئے ایک موٹی سی مثال تحریر کرتا ہوں- فرض کرو- کہ زید نے مبلغ پچاس روپیہ بکر کو قرض یا امانت دیئے- تو اس پچاس روپیہ پر گو بکر قابض اور مالک سمجھا جائے گا- مگر در حقیقت مالک زید ہی ہوگا- قبضہ اور ملکیت کی بھی قسمیں ہیں- یا زید نے بکر کو ایک مکان رہنے کو کرایہ پر دیا- تو بکر قابض سمجھا جاویگا- اور زید مالک ہوگا- غرض قابض اور مالک

زمین آسمان کا فرق ہے) ملکیت اوسی حالت میں درست ہوتی۔ کہ جب پرمانو وروحین پرمیشر کی پیدا کردہ یعنے مخلوق ہوتیں اور جب ہم کہتے ہیں (یعنے اہل اسلام) کہ ابتدا میں صرف ایک خدا ہی تہا۔ ارواح و پرمانو کچھہ نہیں تہا۔ اُس نے یعنی خدا نے اپنی قدرت کاملہ سے جس طرح اوسکی منشا رنے ارادہ کیا۔ روح اور مادہ کو پیدا کیا اور ہیئت موجودہ عطا کی۔ تو آپ (یعنے اہل آریہ) فرماتے ہیں۔ کہ خدا نے کس چیز سے پیدا کیا۔ اور کیونکر پیدا کیا۔ اور جب تک پیدا نہ کیا تہا۔ اوسوقت تک وہ محض مفلس تہا۔ بعد پیدائش مخلوق وہ خالق ہُوا۔ ورنہ صفت خالقیت بیکار اور معطل تھی۔

حضرات آریہ! آؤ ہم اور آپ ایک دوسرے کے اعتراضوں پر نہایت سمجھ مل اور بغیر ضد اور ہٹ کے غور کریں۔ شاید ہم دونوں کی سمجھہ میں کوئی عمدہ نتیجہ نکل آوے اور ہم اور آپ شاید راہ راست پر آجاویں۔

اب میں تمہیداً ایک گذارش کرتا ہوں اور وہ یہہ ہے کہ خدائی راز ایسی تو ہیں نہیں۔ کہ وہ آپ کی اور ہماری سمجھہ میں اسطرح آجائیں۔ جسطرح ایک بچہ دو اور دو چار کی گنتی کو سمجھہ لیتا ہے۔ اسجگہ یہ اعتراض کوئی صاحب نہ کر بیٹھیں۔ کہ عقل کو تو تمہید ہی میں الوداع کر دیا۔ اب باقی کیا رہا۔ اسلئے التماس یہ ہے کہ عقل اگرچہ بلا شک و لاریب ایک بیش بہا شے ہے اور اسکے برابر انسان میں کوئی جوہر بھی نہیں ہے یہ سب کچھہ تسلیم۔ مگر پھر بھی آخر محدود شے ہے۔ اور خدائی راز اور خدا لامحدود۔ بس ایک سمندر زخار ایک کوزہ میں کس طرح بند ہو سکتا ہے شاید بیکن فلاسفر ہی کا یہ مقولہ ہے۔ جب وہ مرنے لگا۔ تو بولا۔ کہ میں نے گو ساری عمر تحقیق و تفتیش میں تلف کر دی۔ مگر اسوقت مثل اُس بچے کے ہوں۔ جو سمندر کے اِس پار ٹھیکریاں چُن رہا ہے اور اوس پار کا کوئی علم اُس کو نہیں غرض بڑے بڑے حکیم فلاسفر وغیرہ جہاں سرنگوں ہیں۔ وہاں خام خلقت کی عقل کی کیا پیش رفت چلتی ہے۔ دور کیوں جاتے ہو۔ ابہی آپ صاحبان نے بھی اخباروں میں ریڈیم دہات کا چرچہ دیکہا ہوگا۔ جس سے فلاسفروں کی دنیا

میں ایک عجیب و غریب ہلچل مچگئی اور تمام اصول مسلمہ شکست ہو گئے اور نئے اصول قایم کرنے پڑے۔ اسی طرح نیچر نے معلوم نہیں کیا کیا مخفی چیزیں اور طاقتیں موجود ہیں جن سے بڑے بڑے دانشمند محض نابلد ہیں۔ یہ سمع خراشی صرف اسواسطے کی گئی ہے۔ کہ آپ صاحبان پر عقل دوربین کا رتبہ اور عجز ظاہر ہو جاوے یعنے نہ تو عقل کلی شے ہے نہ عقل پر ایسا کلی بھروسا ہو سکتا ہے۔ کہ خدا کو یا خدائی رازدان کو جواب دے دیا جاوے) صرف یہ امر غور طلب ہے۔ کہ زبردست اعتراض کس کے ہیں۔ اور جوابات حق بجانب کسکے ہیں۔ اور دنیا میں بھی دو مخالف فریق کے اسی طرح عدالت عالیہ سے فیصلہ ہوتے ہیں۔ ایک فریق کے اعتراض کو لچر اور فضول ٹھیرایا جاتا ہے۔ اور دوسروں کو ڈگری دیجاتی ہے۔

اچھا۔ تو اب غور کرو۔ کہ آپ (یعنے آریہ صاحبان) فرماتے ہیں کہ اگر مادہ و پرمانو کو قدیم تسلیم نکریں۔ تو پرمیشر محض مفلس ٹھہرتا ہے۔ نیز صفت خالقیت معطل رہتی ہے۔ اور اگر مادہ و پرمانو (بالفرض محال) نہ تھے تو پرمیشر نے کس چیز سے پیدا کیا؟ اوسکا وجود ماننا پڑیگا۔ اور وہی ہمارا مطلب حاصل ہوگا۔ یعنے جس شے سے پیدا کیا وہی انادی تسلیم کیجاویگی۔

اب میں اسکا جواب عرض کرتا ہوں۔ گوش توجہ سے سماعت فرمایئے۔ آپ کی تقریر سے خدا پر صرف دو الزام قائم ہوتے ہیں۔ ایک تو خدا بغیر موجود ہونے مادہ و ارواح و پرمانو کے مفلس ٹھہرتا ہے اور صفت خالقیت معطل سمجھی جاتی ہے دوسرے اگر خدا نے دنیا کو محض عدم سے پیدا کیا۔ تو عقل حیران ہے۔ کہ خدا نے کس طرح اور کس شے سے اور کیونکر پیدا کیا؟ ان دو اعتراضوں کے سوائے اور کوئی اعتراض خدا پر نہیں عائد ہوتا۔ پس اسکا جواب یہ ہے کہ جس صورت میں ہم خدا کو کامل القدرت والحکمت مانتے ہیں اور عالم الغیب والشہادہ جانتے ہیں۔ اور دل سے ہم اوسکی ہستی لایدرک کے قائل ہیں۔ اور کسی شئے کو خواہ وہ ہمارے نزدیک کیسی ہی لطیف بلکہ الطف ہو

یا بزرگت عظمت والی ہو۔ خدا کے ہمسر یا خدا کی کسی ذاتی صفت کے ہمسر نہیں تسلیم کرتے
تو پھر روح و پرماتو کو ہم بوجہ بالا قدیم نہیں مان سکتے۔ کیونکہ جس طرح خدا قدیم ہے۔
ویسے ہی اگر روح و پرماتو بھی قدیم ماننے جائیں تو محالہ روح و پرماتو ازلی ٹھیرینگے۔ اور
ابدی بھی ماننا پڑیگا اور یہ صفت خدا کی ذاتی صفت کے مشابہ ہوگی۔ نیز یہ بھی ماننا پڑیگا
کہ خدا روح مادہ کو فنا نہیں کرسکتا اور نہ پیدا کرسکتا ہے اسلئے خدا جو کامل القدرت
ہے۔ اُسکے اختیارات میں ضعف ثابت ہوگا۔ اور ہم خدا کی نسبت ایسا خیال کرنا خدا کی
عظمت وجلال کے خلاف ہی نہیں۔ بلکہ بدتراز گناہ سمجھتے ہیں۔ خدائی کے لائق
وہی خدا ہو سکتا ہے جو اپنی مخلوق کو ہست سے نیست اور نیست سے ہست کرسکے
عدم سے وجود میں اور وجود سے عدم میں لیجانے کی طاقت رکھے۔ غرض اپنی پیدا
کردہ اشیاء میں ہر طرح سے تصرف کرسکے۔ عذرخواہوں کے عذر اور گنہگاروں کی
توبہ قبول کرسکے۔ اور وہ یعنے خدا ہر حالت میں خواہ مخلوق عدم میں ہو یا وجود میں
خدا کہلا سکے اور یہ تمام صفات مذکورہ بالا اوسکے کسی غیر میں نہ پائی جائیں۔ پس
یہ تمام باتیں اہل اسلام کے خدا میں متحقق ہیں۔ اور دیگر قومیں اس مقام پر لغزش
میں آگئی ہیں اور علی الخصوص ہمارے بھائی آریہ صاحبان تو بالکل ٹھوکر کھاکر ایسے
گر گئے ہیں۔ کہ اب ان صاحبان کو کروٹ لینا بھی مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہے۔
القصہ ہمارے آریہ صاحبان نے پرماتو و روحوں کو انادی مانکر پرمیشر کی ہتک کا
کوئی پہلو اوٹھا نہیں رکھا۔ اور یہ بات عقلمندوں کی نظر میں سخت معیوب اور
دینداروں اور حق پرستوں کے نزدیک سخت تر گناہ ہے اور آپ آریہ صاحبان
جو اوسکو مفلس ٹھیراتے ہیں کہ جب پرماتو و ارواح نہ تھیں تو وہ مفلس سمجھا جاسکتا
ہے۔ یہ بھی آپ کی غلطی پر مبنی ہے۔ جب ہم اور آپ اوسکو سرب شکتیمان یعنی
قادر مطلق سمجھتے ہیں۔ تو وہ خلقت کے نہ ہونے سے محتاج کس طرح متصور ہوسکتا
ہے۔ اوسکے نزدیک مخلوق کا وجود ایک پرپشہ سے بھی کم ہے اور وہ شہنشاہ
مطلق ہے فرض کرو۔ کہ آفتاب عالمتاب کا وجود باوجود ذروں کو نور بخشتا ہے

اگر ذرے آپس میں مشورہ کر کے یہ تجویز پاس کرلیں۔ کہ ہمارے وجود سے آفتاب کا وجود
قایم ہے۔ اگر خدا نخواستہ ہم نہوں تو آفتاب بیچارے کو کون پوچھے اور اسکا نور ظلمت
سے مبدل ہوجاوے۔ پس آفتاب کو ہمارا (ذرونکا) مشکور ہونا چاہئیے۔ نیز آفتاب
کی ہستی ہماری ہی (ذرّوں کی) ہستی سے قایم ہے۔ اور ہم ہمیشہ سے آفتاب
کے ہمراہ ہیں۔ اگر ہم نہ ہوتے۔ تو آفتاب کبھی نہ ہوتا۔ صاحبان حق پسند! کیا آپ صاحبان
ذروں کے اس احمقانہ خیالات پر مضحکہ نہ اڑائیں گے؟ ضرور قہقہہ لگائینگے۔ کجا
ذرّہ ناچیز۔ کجا آفتاب عالمتاب۔ نہایت ادب کیساتھ میں اس مثال کو آریہ
صاحبان کی خدمت میں پیش کر کے انصاف و جواب کا طلبگار ہوتا ہوں کیا اب بھی
آپ پرمیشر کو مفلس تصور کریں گے۔ اور پرمیشر کو پرمانو و روحوں کا مشکور کرائینگے
ایسی صاف اور بیّن دلیل کا بھی اگر آپ پر کچھہ اثر نہیں ہوتا۔ تو امر مجبوری ہے۔

اگر آپ (آریہ صاحبان) یہ فرماویں۔ کہ یہ امر اصول کے خلاف ہے کہ پرمیشر نیست
سے ہست کرسکے۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے۔ کہ جہاں کچھہ نہیں ہے۔ وہاں سے کچھہ نہیں
نکلسکتا۔ اور جہاں کچھہ ہوگا۔ وہیں سے کچھہ نکلسکتا ہے اور اسی اصول کی وجہ سے
روح و پرمانو کی قدامت ثابت ہوتی ہے میں بصد ادب گذارش کرتا ہوں۔ کہ آپ پنڈت
لیکھرام صاحب کی کتاب ثبوت التناسخ کے اوس مقام کو ملاحظہ فرماویں۔ جہاں انہوں
نے ایک حکیم اور اوسکے شاگرد کی گفتگو دربارہ ثبوت تناسخ درج فرمائی ہے اور
استاد اپنے لائق شاگرد سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ متضاد سے متضاد پیدا ہوتا
ہے؟ مثلاً دن کے بعد ہمیشہ رات ہوتی ہے اور رات کا نتیجہ ہمیشہ دن ہوتا ہے
علےٰ ہذا القیاس روشنی کا نتیجہ ظلمت اور ظلمت کا نتیجہ روشنی۔ اسیطرح بہت سی مثالوں
کے بعد وہ اس نتیجہ پر آتا ہے کہ زندگی کا کیا نتیجہ ہے؟ شاگرد عرض کرتا ہے کہ موت
استاد پوچھتا ہے کہ پھر موت کا نتیجہ کیا ہوگا؟ تو ہوشیار شاگرد بجز اسکے اور کیا
عرض کرسکتا ہے کہ زندگی۔ پس استاد خوش ہوکر اور اپنے ذہین شاگرد کو شاباشی دیکر
کہتا ہے۔ کہ یہی ثبوت تناسخ کا ہے۔ اور فی الحقیقت یہی تناسخ ہے چونکہ میں

ابطال تناسخ میں بہت سے دلائل تحریر کر چکا ہوں جو ایک حق پسند کیلئے کافی ہیں اب
میں آریہ صاحبان سے کہتا ہوں کہ اگر یہ اصول مرقومہ بالا صحیح ہے اور متضاد سے متضاد
پیدا ہوتا ہے۔ جیسے نور سے ظلمت۔ تندرستی سے مرض۔ خواب سے بیداری
دن سے رات۔ مرگ سے زیست۔ تو میں کہتا ہوں کہ ہست کی ضد نیست موجود
ہے۔ تو ہم کیوں تسلیم نہ کریں۔ کہ پرمیشر نے نیست سے عالم کو ہست کیا ہے۔
اور اس ہست کو پھر نیست کرنیکی طاقت و قدرت رکھتا ہے۔ اور یہی ہمارا مطلب
تھا۔ جو آپ کے مسلمہ اصول کے موافق ثابت کر دکھایا۔ اب بھی اگر آپ نہ مانیں۔ تو
یہ آپ کی مرضی ہے۔ اور اگر آپ بالفرض یہ فرمائیں کہ اصول مندرجہ بالا سر سے
ہی غلط ہے۔ اور پنڈت لیکھرام صاحب سر گباشی نے غلطی سے یہ
تقریر ایک حکیم کی اپنی کتاب میں درج کر دی ہے۔ تو گویا آپ خود تردید تناسخ
کرتے ہیں۔ مگر میں خیال کرتا ہوں۔ کہ آپ پنڈت صاحب کی غلطی کا ہرگز اقرار نہ
کریں گے۔ اور اگر کوئی صاحب میری اس نیست اور ہست کی تقریر کو دور تسلسل
میں ڈالکر جواب دینا چاہیں۔ کہ نیست اگر ہست کی ضد ہے تو پہلے نیستی سے
ہستی کا ثبوت ہے اور پھر یہ ہستی نیستی اور پھر یہ نیستی ہستی میں تبدیل ہو گئی
اور یہی دور تناسخ کا ثبوت ہے۔ مگر میں عرض کرتا ہوں۔ کہ خواہ آپ کیسی
ہی پیچیدہ تقریر کر کے نفس مطلب کو الجھانا چاہیں۔ تو بھی اس احقر کا مطلب
فوت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آخر میں اس نیستی ہی سے ہستی کی ابتدا یعنی پیدائش
ماننی پڑے گی۔ اور آپکا یہ اصول کہ نیستی سے کچھ نہیں پیدا ہو سکتا۔ یکلخت
شکست ہو جائے گا۔ اور اگر آپ اپنی ضد سے دور تسلسل کی لڑی نہ توڑینگے
تو میں عرض کرونگا۔ کہ ناستک مت والوں کی بھی یہی ایک بڑی دلیل ہے
کہ اگر پرمیشر ہے۔ تو اس پرمیشر کے وجود سے پہلے ایک پرمیشر کا وجود تسلیم
کرنا پڑیگا۔ کیونکہ کوئی شے (خواہ پرمیشر ہی کیوں نہ ہو) کبھی خود بخود نہیں ہو سکتی
پس موجودہ پرمیشر کا پرمیشر اور پھر اوسکا پرمیشر۔ غرض اسیطرح دور تسلسل جاری ہوگا

جو کبھی ختم نہو سکیگا۔ اسلئے ماننا پڑتا ہے (بقول دہریہ) کہ زمانہ خود بخود ہے اور پرمیشر عالم یعنے منتظم کوئی نہیں۔ صرف لوگوں نے اعتقادی وجہ سے پرمیشر خدا گاڈ وغیرہ کے لفظ بے معنے ایجاد کرلئے ہیں۔ پس آپ صاحبان جو کچھہ ناستک مت والونکو پرمیشری دور تسلسل کے انقطاع کی دلیلیں تحریر فرماوینگے۔ وہی میری طرف سے انقطاع نیستی وہستی کی دلیل ہوگی۔ چونکہ میں از روئے سخن پرمیشر کی ہستی کے قائلین سے ہے۔ اسواسطے میں دور تسلسل کے انقطاع کی کوئی دلیل معرض تحریر میں نہیں لاتا۔

باقی رہا یہ سوال کہ تا حدوث ارواح و پرمالو خدا کی صفت خالقیت معطل تھی اسکا جواب بہت آسان ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ خدا میں ہر ایک صفت موجود ہے اور وہ اپنی صفتوں پر بوجہ ہونے مختار بالارادہ کے قادر ہے خواہ وہ اپنی کسی صفت سے کام لے یا نہ لے۔ مگر وہ صفت اوسکے کام نہ لینے کی وجہ سے نہ گھٹ جاتی ہے یا کام لینے کی وجہ سے نہ بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ وہ ذات والاصفات تغیر سے پاک ہے۔ خدا مثل آفتاب کے اپنی صفتوں سے مجبور نہیں ہے۔ کیونکہ آفتاب مخلوق ہے اور مختار بالارادہ نہیں ہے مثلاً آفتاب میں روشنی اور حرارت کی صفت جو خالق نے رکھہ دی ہے اب آفتاب مجبور ہے اور اُسکی کیا مجال ہے کہ وہ روشنی یا حرارت کو کام میں نہ لاوے۔ یا کچھہ ارادتاً گھٹا یا بڑھا سکے ہرگز نہیں۔ مگر خدا اپنی صفتوں پر ہر طرح قادر ہے اور یہ قدرت اوسکی کمال قدرت پر دال ہے۔ پس جب چاہے وہ اپنی صفت خالقیت سے دنیا یا مادہ و ارواح کو پیدا کر کے عدم سے وجود میں لائے یا جب چاہے۔ اپنے منشاء کے موافق سب کو فنا کردے۔ اِن باتوں سے تو اوسکی کمال قدرت کا اظہار ہوتا ہے نہ کہ صفت خالقیت معطل سمجھی جاوے۔ حضرات مینے آپ کے ایک اعتراض کا جواب اپنے عقل و علم کے موافق عرض کردیا۔ آپ بلا التعصب وسیع الخیال ہوکر غور فرماویں۔ کہ فی الحقیقت آپکا ایک الزام رفع ہوگیا یا نہیں اور خدا کی کمال عظمت

وبزرگی اور جلال وجبروت وخودمختاری ثابت ہوئی یا نہیں؟ اب میں دوسرے اعتراض کی طرف توجہ کرتا ہوں ❖

اب آپ کا ایک اعتراض نازک اور غور طلب باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر روح وپرمانو یعنے موالید ثلاثہ قدیم نہیں ہیں۔ تو پرمیشر نے کیونکر اور کسطرح اور کس شے سے پیدا کیا۔ اسکا جواب یہ ہے۔ کہ اگرچہ میں پہلے عرض کرچکا ہوں کہ رموز الٰہی ایسے آسان نہیں ہیں۔ کہ جنکو ہماری کوتاہ عقلیں دو اور دو چار کے مسئلہ کے طور پر واشگاف طریق سے سمجھ لیں (میں پہلے اسکی بابت عقلی ثبوت اور عجز بدلائل تحریر کرچکا ہوں) مگر تاہم میں آپ صاحبان کو سمجھانے کی حتی المقدور کوشش کرتا ہوں۔ عجب نہیں۔ کہ کوئی سلیم الفطرت صحیح القوی جو مذہبی تعصب سے بری اور عقلی دلائل کا دلدادہ ہو سمجھکر قبول کرلے ❖

حضرات آریہ صاحبان! جبکہ ہم اور آپ دونوں پرمیشر کو قادر مطلق یعنے سرب شکتیمان اور نافذ الفرمان وحکیم مطلق مانتے ہیں۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم اسبات کو تسلیم نہ کریں۔ کہ وہ ایسا ہی سرب شکتیمان ہے کہ جب وہ اپنے کسی خیال کو یعنے ارادہ کو کُن (ہوجا) کہتا ہے۔ تو وہی خیال یا ارادہ عالم صور میں شکل پکڑ کر ظہور میں آجاتا ہے۔ غرض پرمیشر ایک ایسا مجبور انجنیر نہیں ہے (یعنے معمار) جو بغیر اینٹ چونہ کے اور دیگر کاریگروں کی مدد کے کوئی مکان نہ بنا سکے۔ اگر مثل معمار کے پرمیشر کو بھی مکان تیار کرنے کے لئے مٹیریل (یعنے اسباب) کا محتاج ہے تو ایک انجنیر اور پریشور میں مابہ الامتیاز کیا باقی رہا؟ بھلا کیا ہم ایسا خیال نہیں کرسکتے کہ بالفرض محال پرمانو وارواح قدیم نہ ہوتیں اور صرف اتفاق سے پرمیشر ہی کا وجود موجود ہوتا۔ تو پرمیشر کو تو طاقت پیدا کرنے کی تھی ہی نہیں۔ بیچارہ پرمیشر حیران و پریشان تنہا ہاتھ پر ہاتھ دھرے مثل ایک فاضل انجنیر یا مستری کے جسکے پاس سامان نہ ہو بیٹھا رہتا۔ اور یہ کبھی کہتا رہتا کہ کاش کہیں سے ایسا مصالحہ ہاتھ آجائے۔ تو میں اپنے دل کی حسرت نکال لوں اور آپ یہ ہرگز فرما نہیں سکتے

نہ آپ کو از روئے دلائل عقلی فرمانے کا حق ہی حاصل ہے کہ روح و پرمانو پرمیشر کے ساتھ ساتھ کیوں نہ ہوتے۔ ضرور ہوتے۔ کیوں صاحب! ہم پوچھتے ہیں کہ کیا آپ کی یا آپ کے پرمیشر کی کچھ حکومت تھی۔ کہ روح و پرمانو کا خزانہ ضرور ہی موجود ہوتا۔ اور اگر موجود ہوتا۔ تو پرمیشر کیا غضب نازل کر سکتے؟ اور کسپر کرتے یہ تو کہئے کہ حسن اتفاق سے خزانہ ہاتھ لگ گیا۔ اور حکمرانی شروع ہو گئی جیسے کا مفلس و محتاج کو جنگل میں اتفاقاً گنج ملجاوے۔ اور وہ دفعتاً شیخی مارے کہ میاں ہم بڑے امیر بلکہ ابن الامیر ہیں۔ ہمارے باپ دادا بڑے امیر الامرا تھے۔ اور جب لوگ اوس سے کہیں۔ کہ ابھی کل کی بات ہے کہ تو تو مفلس اور محتاج نان شبینہ تھا۔ اگر دولت نہ ملتی۔ تو آج آپ اس رتبہ پر نہ پہنچتے۔ تو وہ جواباً کہتے کہ واہ میاں دولت ملتی کیسے نہیں؟ دیکھو میرے پاس کسقدر دولت موجود ہے۔ یہ بھی کوئی بات ہے۔ کہ دولت نہ ملتی۔ یہ سب تمہاری خام خیالی اور بیہودہ خیالات ہیں اور اسکا ثبوت صرف وہ یہ پیش کرے۔ کہ دیکھو اب میرے پاس دولت موجود ہی تو کیا عقلمند شخص اوسکے اس بیہودہ جواب کو تسلیم کرلیگا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ عقلمند اشخاص اسکو بیوقوف سمجھینگے اور کہینگے۔ کہ اوس نئے امیر کا دماغ بوجہ دولت کے چل گیا ہے۔ جو عقلی دلائل کو سمجھ ہی نہیں سکتا۔ اور ہمارے عقلی جواب کی تردید میں اپنی موجودہ دولت پیش کرتا ہے۔ گستاخی معاف بعینہ یہی مثال آپ کے پرمیشر پر صادق آتی ہے کہ جب ہم کہتے ہیں کہ اگر خزانہ پرمانو و ارواح موجود نہ ہوتا۔ تو آپ ثبوت میں اس موجودہ ہستی کو پیش کرکے فرماتے ہیں۔ کہ کس طرح نہ ہوتا۔ ہم حیران ہیں۔ کیونکہ ہمکو پرمیشر میں اور پرمانو و ارواح میں کوئی ایسا تعلق خاص معلوم نہیں ہوتا۔ کہ جس سے اُن کا ہونا ضروری تسلیم کیا جاوے جیسے آفتاب اور آفتاب کی طپش میں تعلق پایا جاتا ہے یعنے جہاں آفتاب ہوگا وہاں طپش آفتاب ضرور ہوگی۔ اور جہاں طپش آفتاب ہوگی۔ وہاں آفتاب خود ہوگا۔ یعنے آفتاب و طپشِ آفتاب لازم و ملزوم ہے۔ غرض یہ نہیں ہو سکتا کہ آفتاب

تو ہو۔ مگر طپش آفتاب نہ ہو۔ یا طپش آفتاب تو ہو۔ مگر آفتاب نہ ہو۔ پس جب
پرمیشر اور روح و پرمانو میں ایسی لازمی و ملزومی کا علاقہ نہیں ہے تو ہم کیسے بدلائل
عقلی مان لیں۔ کہ روح و پرمانو کا پرمیشر کے ہمراہ ہونا ضروری اور جبکہ وجود ہے
دوسرے موجود ہونیکی ضد موجود نہ ہونا بھی پرٹسی ہوئی ہے پھر کیا وجہ ہے؟ کہ ہم ایک
شق کو تو تسلیم کریں اور اوسی کے دوسرے شق کو نہ مانیں۔ نہ موجود ہونے کی دلیل
بھی موجود ہونا دہری ہوئی ہے ؎

زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہی
یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہی

جبکہ زندگی سے موت کی اور اقامت سے سفر کی خبر مل رہی ہے تو موجود ہونے کی
خبر بھی نہ موجود ہونے کی خبر کیونکر نہ دیگی۔ پس حضرات آریہ صاحبان آپ نے ملاحظہ
فرمایا۔ کہ ارواح و پرمانو کی قدامت تسلیم کرنے سے پرمیشر کی عظمت و جلال پر کیسا
سیاہ سے سیاہ اور بدنما سے بدنما دھبہ لگا۔ اب آپکو اختیار ہے۔ خواہ قدامت
ہی تسلیم کئے جائیں۔ خواہ اس احقر کی طرح پرمانو و روح کو حادث مان لیں۔
وما علینا الا البلاغ المبین۔ مگر اصل بات یہ ہے۔ کہ یہ ایسا (یعنے مادہ و ارواح
کس شے سے اور کس طرح اور کیونکر بنایا) نازک تر مقام ہے کہ اسجگہ پہنچکر اکثر
عقلاء روزگار و حکیمان والا تبار نے سخت سے سخت تر ٹھوکر کھائی اور بہت سے
فریق مخالف پیدا ہو گئے۔ اسیواسطے ایشیائی خیالات کے پہلے شاعروں نے
اگرچہ فی الحقیقت سچ کہا ہے۔ مگر آج کل کے نئے تہذیب یافتہ لوگ اونکو مضحکہ
کی نظر سے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ لوگ (یعنے شاعر) علم سے بے بہرہ
محض کودن تھے۔ جو ایسے خیالات خام رکھتے تھے مثلاً حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ
فرماتے ہیں ؎

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معمارا

بھلا یہ بھی کوئی بات ہے - راز دہر کوئی ایسی پیچیدہ چیز نہیں - جب چاہیں - اوسکے بخیئے اودھیڑ کے رکھدیں - مگر جب بیکن فلاسفر کا مقولہ دیکھتے ہیں - کہ وہ کہتا ہے - کہ ابھی ہم اوسی طفل کی مانند ہیں - جو سمندر کے اس پار ٹھیکریاں چنتا ہو اور اودہر کی خبر نہیں - تو انگشت بدنداں ہو جاتے ہیں - اور کسیقدر عقل کے عجز کے قائل ہوتے ہیں - مگر جب ہم نظامی علیہ الرحمتہ کا یہ مقولہ پیش کرتے ہیں ؎

چناں بستی ایں طاق نیلوفری ۔ کہ اندیشہ رانیست زو برتری
اگرچہ بسے جوئد از راز شاں ۔ نداند کہ چوں کردی آغاز شاں
نیائد زما جز نظر کردنی ۔ دگر خفتنی باز یا خوردنی
زباں تازہ کردن باقرار تو ۔ نینگیختن علت از کار تو
حسابے کزیں بگذرد گمرہی ست ۔ ز راز تو اندیشہ بے آگہی ست

تو فوراً فرمانے لگتے ہیں - کہ دیکھو پچھلے لوگ بیچارے کیسے بھولے بھالے تھے - آسمان کی حقیقت سے بیخبر - اوسکی ابتدا اور انتہا سے ناعلم - اسیواسطے تو خود کہتے ہیں کہ ہمارا کام کہا لینا یا سو رہنا یا تیرے نام سے اپنی زبان کو تازگی بخش دینا ہے - اس سے زیادہ غور کرنا گمراہی ہے - ورنہ یہ بات کوئی ایسی اہم نہیں - جنکو سمجھنے سے ہماری فہم قاصر ہو - مگر جب یہ لوگ (نئے تہذیب یافتہ) ریڈیم دہات کا بیان پڑہتے ہیں اور فلاسفری اصول کو شکست کہاتے ہوئے دیکھتے ہیں - تو انکو اقرار کرنا پڑتا ہی کہ ابھی تک ہمنے خدائی راز پر کلیتہً عبور نہیں کیا - بیشک اوسکی قدرت گوناگوں اور بے انتہا ہے - ابھی ایک مدت باقی ہے کہ ہم رموز الہی پر احاطہ کر سکیں بالغرض بعض حکیم تو اسمقام پر آکر خدا ہی سے منکر ہو گئے - اور زمانہ کو قدیم تسلیم کر لیا۔ ہمارے مہربان آریہ صاحبان نے بھی کچہ لغزش نہیں کہائی - اگرچہ یہ لوگ (آریہ صاحبان) پرمیشر عالم کے تو قائل تھے - مگر روح و پرمانو کو مثل دہریہ کے قدیم مان گئے - راقم الحروف پہلے گذارش کر چکا ہے - جو ناظرین پر ظاہر ہے کہ میں کسی موقعہ پر آریہ اور اہل تناسخ میں فرق دکہاؤنگا - اس لئے عرض ہے

کہ ناظرین توجہ کی نظر سے دیکھیں اور دونوں فریقوں (آریہ و ناستک ہیں جو تھوڑا سا فرق ہے موازنہ کریں۔ میری رائے میں تو نسبتاً آریہ سے ناستک والے (گستاخی معاف) بہتر ہیں۔ مگر دیکھیں ہمارے معزز ناظرین بھی راقم السطور سے اتفاق کرتے ہیں کہ نہیں۔ دہریہ لوگوں کا اعتقاد ہے کہ زمانہ خود بخود ہے اسکا کوئی خالق یا صانع نہیں ہے۔ تمام عالم قانون فطرت میں جکڑا ہوا ہی اور اِن اشیاء میں جو طبعی قوت دفع و جذب کی ہے یعنے قوت کشش اتصالیہ وغیرہ اسی سے عالم بنتا اور بگڑتا رہتا ہے۔ چار عنصر یا تحقیق جدید کے موافق جو ستھہ عنصر اپنا اپنا کام خود بخود کر رہے ہیں نہ کسی کے محکوم ہیں نہ تابع۔ اور ان عناصر کو کسی کے محکوم ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔ مثلاً تمازت آفتاب سے پانی بھاپ بنکر بوجہ ہوا سے ہلکا ہونے کے خود بخود اوپر ہی جائے گا۔ اور وہاں چونکہ سردی ہے۔ اُس سے مجتمع ہوکر ابر کی صورت میں نمودار ہوگا۔ جب سردی پہنچیگی۔ تو سمٹ کر قطرہ بن جائے گا۔ چونکہ پانی کا قطرہ ہوا سے بھاری ہوتا ہے۔ اس لئے وہاں نہیں ٹھہر سکیگا۔ لامحالہ نیچے زمین پر گریگا۔ اسی کو بارش کہتے ہیں۔ اور اسی کے تموج وغیرہ سے بجلی و کڑک وغیرہ سنائی دے گی۔ سردی کی تاثیر سے اولے بھی بن جائینگے۔ جب اس خود بخود عمل سے بارش ہوگی۔ تو زمین پر نباتات جو پہلے ہی سے خاک میں پوشیدہ ہیں سرسبز ہوجائینگے اور دنیا ہری بھری ہوجائیگی فرمائیے! اس تمام مذکورہ بالا کارروائی میں پرمیشر یا کسی منتظم کی کیا ضرورت واقعہ ہوئی۔ اور چونکہ عناصر فہم اور عقل والے نہیں ہیں یعنے قوت ممیزہ سے عاری ہیں۔ اس لئے پرمیشر (اگر بالفرض ہو) کے احکام کی تعمیل بھی محکوم ہوکر نہیں کر سکتے۔ کیونکہ محکوم وہی ہوگا۔ جسمیں عقل وادراک ہوگا۔ پس اس زمانہ کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔ یونہی چلا آیا ہے۔ اور اسی طرح چلا جائیگا لوگوں نے عبث پرمیشر گاڈ وغیرہ فرضی نام بنا رکھے ہیں۔ آریہ صاحبان کہتے ہیں کہ فی الواقعہ دہریہ ایک بات میں تو سچے ہیں۔ کہ عناصر انادی ہیں مگر چونکہ عقل

نہیں رکھتے اسلئے ایک منتظم کی ضرورت ہے اور اوسیکا نام پرمیشر ہے مگر اسبات کا جواب نہیں دیتے۔ (آریہ صاحبان) کہ پرمیشر بے عقل اشیار پر حکومت کسطرح کرسکتا ہے اور حق حکمرانی پرمیشر کو بغیر اپنی قدرت کے پیدا کئے ہوئے کسطرح حاصل ہو گیا۔ اگر فرمائیں۔ کہ اشیاء میں تاثیر پرمیشر نے پیدا کردی۔ تو ہم کہینگے۔ کہ جب عناصر قدیم یعنے انادی ہیں۔ تو تاثیر جو اونمیں ہے وہ بھی انادی ہوگی۔ پرمیشر کے گھر سے کیا لاگت لگی۔ اس سے عقل کی بات یہی ہے۔ کہ دہریہ کی بات مان لی جاوے اور زمانہ کو بوجہ تاثیرات طبعی کے قدیم تسلیم کرلیا جائے۔ درمیان میں ناحق پرمیشر کو کیوں تکلیف دیجائے۔ زمانہ کا کام تو اپنی طبعی تاثیرات کی وجہ سے خود بخود چلا جائے گا۔ دہریہ اشیار یعنے عناصر کو ازلی ابدی جانتے ہیں اور ایسا ہی آریہ صاحبان بھی سوچ ویچار تو کو۔ تو پس دہریہ بھی پرمیشر کے نہ ملنے کیوجہ سے مورد طعن نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اونکی سمجھ میں پرمیشر کا وجود مثل آریہ صاحبان کے واضح طور پر کہ یہ خالق نے کس شے سے بنایا؟ اور کیونکر بنایا؟ سمجھ میں نہیں آیا۔ اس لئے پرمیشر ہی سے انکاری ہو گئے۔ مگر مثل آریہ صاحبان کے پرمیشر کو مان کر پرمیشر کی ہتک تو نہیں کرتے۔ کسی چیز کو تسلیم نکرنا امر دیگر ہے۔ مگر مان کر پھر اوسکی ہتک کرنا عقلمند کے نزدیک سخت عیب ہے۔ پس اے حضرات آریہ صاحبان آپ میں اور دہریہ میں بہت ہی تہوڑا فرق ہے۔ جب ہم دہریہ سے کہتے ہیں کہ پرمیشر وہ ہے جو بغیر آنکھوں کے دیکھتا ہے۔ اور بغیر کانوں کے سُنتا ہے اور بلا پاؤں چلتا ہے اور بلا ہاتہہ کام کرتا ہے۔ ذرہ ذرہ میں سرب بیاپک ہے سب جگہ حاضر ہے اور کہیں بھی نہیں۔ تو تبسم زیر لبی سے فرماتے ہیں۔ کہ ایسا مضغہ گوشت (سروپا) جسکا وجود بالکل موہوم ہے۔ آپ ہی صاحبان کو مبارک رہے اور اسکی تابعداری آپ ہی صاحبان کو نصیب ہو۔ ہم ناحق کے خلجان میں کیوں پڑیں اور اپنی آزادی کو ایک خیالی حاکم کے ہاتھوں میں دے کر کیوں تلف کریں۔ اس تحریر سے مراد مطلب ہمارا صرف یہ ہے۔ کہ آریہ صاحبان ان باتوں کا جواب اسطرح دیں کہ پرمیشر کی وہ وہ

دو چار کے مسئلہ کی طرح دہریہ کی سمجھ میں آجائے - تو میں بھی اثبات کا جواب آریہ صاحبان کو دونگا - کہ مادہ وارواح کیونکر اور کس شے سے خدا نے بنائے؟ اس مقام پر بجز خاموشی کے دہریہ کا منہ کون بند کرسکتا ہے - اہل دہر روح کے بھی قائل نہیں وہ کہتے ہیں - کہ غیر مذاہب کے لوگ جس شے کا نام روح رکھتے ہیں - دراصل وہ تناسب اعضاء کی ایک طاقت ہے - جسم سے علیحدہ کوئی شے دیگر نہیں ہے مثلاً ایک گھڑی ساز جب گھڑی کے پرزوں کو اپنے اپنے مناسب مقام پر ترتیب دیکر تیار کردیتا ہے تو اس گھڑی میں چلنے کی طاقت آجاتی ہے اور وہ گھڑی چلنے لگتی ہے اگر اس چلنے والی طاقت کا نام گھڑی کی روح رکھ لیں تو یہ ہماری غلطی اور کم فہمی کا نتیجہ ہوگا - اسیطرح جسم انسان جو مجموعہ عناصر کا ہے اسی ترتیب سے فطرتاً واقع ہوا ہے - کہ اس میں قوت آزادی اور فہم وذکا پیدا ہوگئی جس طرح گھڑی کے پرزے خراب ہوجانے سے گھڑی کا چلنا بند ہوجاتا ہے اسیطرح جسم انسان میں جب کوئی عضو رئیس بگڑ جاتا ہے - تو زندگانی کا خاتمہ ہوجاتا ہے - آریہ صاحبان سے گذارش ہے کہ آپ صاحبان دہریہ کو روح کا ایسا ہی ثبوت دیں - جیسے اہل اسلام سے مادہ وروح کے بنائے جانے کا بین اور پُرظاہر ثبوت طلب کرتے ہیں - اور صاف جواب نہ پاکر مادہ وارواح کو قدیم تسلیم کئے بیٹھے ہیں -

حضرات آریہ و دہریہ پہ کیا موقوف یہ تو ایسا باریک اور نازک مسئلہ ہے - کہ اہل اسلام کے بعض فرقے بھی اس سے بچ نہیں رہے - مثلاً ہمہ از وست اور ہمہ اوست تصوف کی آڑ میں نکل آئے - اس احقر کو چونکہ اس مسئلہ کی اہمیت ناظرین پر ظاہر کرنا منظور ہے - اور یہ جتلانا مدنظر ہے کہ آریہ صاحبان اور دہریہ صاحبان نے ہی صرف مغالطہ نہیں کھایا - بلکہ اہل اسلام کے بعض فرقوں نے بھی غلطی کھائی ہے

ہر کس از دست غیر نالہ کند

سعدی از دست خویشتن فریاد

پھر فرماتے ہیں کہ ہم آریہ صاحبان اور اہل دہر کا گلہ کیا خاک کریں اور او نکو (آریہ و اہل دہر) سمجھانیکی کوشش کسطرح کریں جبکہ ہمارے ہی کلمہ گو بھائی ہمسے فرنٹ ہوئے بیٹھے ہیں۔ اسجگہ میں صرف ناظرین کی دلچسپی کیلئے کچھ فرقہ تصوف ہمہ اوست و ہمہ از وست کا مختصر اعتقاد و احوال تحریر کرتا ہوں۔

فرقہ ہمہ اوست کہتا ہے کہ جبکہ بجز خدا کے کچھ نہ تھا۔ اور خدا نے اگر اپنی ذات کے غیر مخلوق پیدا کی۔ تو اس واجب الوجود کا وجود سمٹا اور چھوٹا ہو گیا ہوگا کیونکہ اس مخلوق نے جگہ گھیری ہوگی۔ اور قبل پیدائش مخلوق خالی نہ تھا کہ جہاں خدا نہ ہو۔ پس بعد پیدائش عالم خدا کی ذات ایک خاص جگہ میں محدود ہو گئی اور خدا کی نسبت محدود خیال کرنا کفر ہے۔ پس لامحالہ خدا نے اپنی ہی ذات سے ہر ایک شے پیدا کی۔ اور شکلوں کے اختلاف سے نام ہر ایک کا جدا ہو گیا مثلاً پانی ایک ذات واحد ہے۔ مگر اسکی مختلف شکلیں مختلف نام رکھتی ہیں جیسے کہ دریا سمندر۔ تالاب۔ نہر۔ قطرہ۔ شبنم۔ ابر۔ حباب۔ موج۔ گرداب۔ برف بارش اولے وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح اللہ کی ذات واحد ہے۔ مگر اسکی مختلف شکلیں مختلف نام رکھتے ہیں جیسے انسان۔ حیوان۔ جمادات و نباتات وغیرہ جسطرح اولے۔ بارش۔ برف۔ گرداب۔ موج۔ حباب۔ ابر۔ شبنم و نہر تالاب سمندر و دریا کو مٹا کر یعنے اعتباری فرق اوٹھا کر نظر غور سے دیکھیں تو پانی ہی پانی باقی رہ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر اس فرق اعتباری یعنے دوئی کے نقش کو دل سے مٹا کر دیکھیں۔ تو انسان و حیوان و نباتات و جمادات کا پتہ نہیں لگتا۔ صرف وہی ذات واجب الوجود باقی رہ جاوے گی۔ یہی اعتقاد ہمہ اوست کے متصوفین کا ہے۔ اب ہمہ از وست فرماتے ہیں۔ کہ یہ کمال گستاخی ہے کہ ہم اپنے خدا کو ذلیل سے ذلیل اور خسیس سے خسیس تر صورت میں بھی معائنہ کریں جیسے کتا سؤر وغیرہ۔ اسلئے ہمہ از وست کہنا لازم ہے یعنے سب مخلوق اُسی سے ہے۔ اور اوسکی ہستی سے سب کی ہستی قایم ہے ؎

نہ گوہر میں ہے وہ نہ ہے سنگ میں
و لیکن چمکتا ہے ہر رنگ میں

یا ہ

دانہ خرمن ہے قطرہ ہے دریا ہمکو
آتا ہے جزو میں نظر کل کا تماشا ہمکو

غرض کل اشیاء وہی تو نہیں (یعنے خدا) مگر اُس سے ضرور ہیں۔ اور اس میں بڑا باریک فرق ہے۔ جو شاید صوفیائے کرام کا دل و دماغ ہی جانتا ہوگا۔ یہ مختصر سا اعتقاد جو میں نے ناظرین کے سامنے بیان کیا ہے۔ ایک بڑا دفتر چاہتا ہے۔ مگر آپ جانتے ہیں یہ سب باتیں یا ایسے اعتقاد کیونکر پیدا ہوئے صرف اسی کی تلاش میں کہ ارواح و مادہ کیونکر اور کس شے سے بنے؟ جب یہ امر سمجھ میں نہ آیا۔ تو اپنی اپنی سمجھ کے موافق آریہ۔ دہریہ۔ ہمہ اوست ہمہ از وست نے اعتقاد قایم کر لئے۔ غرض جسقدر موشگافیاں اس میں کیں۔ اُسیقدر اس میں الجھتے چلے گئے۔ اور علی الخصوص ہمارے آریہ صاحبان تو بالکل ہی ضد کر بیٹھے۔ اور مادہ و ارواح کو قدیم سمجھکر گویا پورا پورا کھوج لگا لیا۔ اور اطمینان خاطر سے بیٹھ گئے۔ خواہ اس میں پرمیشر کی سخت سے سخت توہین ہوئی۔ مگر یہ اپنے اعتقاد سے باز نہیں آئے۔ خواہ مادہ و ارواح ہر ایک صفت میں پرمیشر کے ہم پلہ و ہمسر ہو گئے۔ مگر یہ حضرات اسی میں اپنے پرمیشر کی عزت سمجھتے رہے۔ کہ چلو پرمیشر مثل کمہار کے گھڑا۔ ہنڈیا۔ مٹکا۔ کوزہ۔ چاک پر بنا بنا کر توڑنے اور جوڑنے کے لائق تو ہو گیا۔ حضرات آریہ اسی میں خوش ہیں۔ کہ چلو پرمیشر کو ایک خزانہ پرمانو و ارواح کا غیب سے بلا مشقت مل گیا ہے اوسی سے اپنی پرمیشری کا کارخانہ چلا رہا ہے۔ خواہ پرمیشر محتاج بالغیر ٹھیرا۔ مگر حضرات آریہ کی بلا سے۔ ناظرین! اگر آریہ صاحبان کے پرمیشر کو گنجینہ شائگاں ارواح و پرمانو کا نہ ملجاتا۔ تو آج آپ دنیا کو ہیئت کذائی نہ دیکھتے

صرف بیچارہ پرمیشر کسی گوشہ انزوا میں تن تنہا بیٹھا ہُوا گھبرایا کرتا اور کوئی تدبیر ایسی نہ بن پڑتی۔ کہ ایک مکھی یا مچھر بھی بناکر اوسکا نظارہ کرتا۔ جیسے ایک فاضل انجنیر یا مستری یا مشاق شکاری کو اگر اتفاق سے مصالحہ وبندوق وغیرہ نہ ملے تو وہ ناچار ودل شکستہ کف افسوس ملتا ہُوا مکان وشکار کو دیکھتا ہُوا رہجاتا ہی اور دل میں کہتا ہے۔ کاش اگر میرے پاس مکان بنانے کے لئے اینٹ چونہ وغیرہ ہوتا تو ایسا اور ویسا محل تیار کرتا۔ کہ روئے زمین پر اسکا ثانی نہ ملتا۔ اور شکاری کہتا کہ اگر میرے پاس تیر وکمان یا بندوق وپستول ہوتی۔ تو میں اس جگہ ایک جاندار پرند وچارپایہ کو زندہ نہ چھوڑتا۔ کیوں صاحبو! ان صاحبوں کی یہ حسرت قابلِ افسوس ہے یا نہیں۔ اس سے بڑہکر مجھے آریہ صاحباں کے پرمیشر کی اسحالت پر جو مادہ وارواح کے نہ ملنے کی حالت میں ہوتی۔ رحم آتا ہے۔ کیوں ناظرین! کیا اب بھی منصف آریہ صاحباں اس احقر کی اس تمام تقریر کو بغور پڑہکر بھی ارواح و مادہ کی قدامت اور تناسخ کے قائل رہینگے۔ کیا اب بھی آریہ صاحباں پرمیشر کی ہتک ہوتی ہوئی دیکھکر غیرت کو کام نہ فرماویں گے؟ کیا اب بھی حضرات آریہ صاحبان ادنے مخلوق پرمانو وارواح کو پرمیشر کا ہمسر وہم پلہ قرار دینگے؟ کیا اب بھی ہمارے مہربان آریہ صاحبان ہمسے ارواح ومادہ کے بنائے جانیکی کیفیت یعنے کس شے سے بنایا اور کیونکر بنایا۔ سوال کئے ہی جائیں گے کیا اب بھی ہمارے معزز آریہ صاحبان عقل کے عجز کے قائل ہونگے مجھے تو امید نہیں۔ کہ ایک عقلمند بالغ نظر منصف مزاج شخص اپنی ضد پر قائم رہے اور فلسفیانہ دلائل کو پس پشت ڈالدے؛

ناظرین! اسجگہ ہمارے معزز آریہ صاحباں اس کہنے کے شاید ضرور مستحق ہیں۔ کہ آپ نے اپنے دس پانچ دلائل کے خاکی گولوں سے ہماری ارواح و پرمانو کی قدامت کے قلعہ سنگین کو ڈہانے کی کوشش کی ہے۔ مگر جناب ہمارے قلعہ کے کنگرے تک کو تو خبر نہیں ہوئی۔ شکست یا ٹوٹ جانیکا تو ذکر ہی کیا ہے

تمنے اس امر کا کوئی پختہ ثبوت بدلائل عقلی نہیں دیا - کہ ارواح و پرمانو کس شئے سے بنائے گئے - صرف چند ایسی باتیں جو بادی النظر ہیں (نہ محقق کی نظر میں) مشکل و محال ہیں - تحریر کر دی ہیں - اور اونہیں محالات عقلی کی جماعت مادہ و ارواح کو داخل کر کے جواب سے سبکدوشی حاصل کر لی ہے - ورنہ ہمارا سوال جون کا تون قائم ہے - اگر آپ اسبات کے کہنے کے مستحق ہیں - کہ جو راز عقل میں نہ آوے وہاں اپنی عقل کو عاجز سمجھکر او سیطرح تسلیم کر لیا جائے - تو دوسری قوموں نے کیا قصور کیا ہے - کہ اونکا عذر نہ قبول کیا جائے - مثلاً ایک سناتن دھرم والا شخص جو بت پرستی کرتا ہے وہ یہی کہدیگا - کہ بتوں کی پرستش اگرچہ سمجھ میں تو نہیں آتی - مگر خدائی راز بالاتر از فہم ہے - اس میں چون وچرا کرنا مناسب نہیں - علےٰ ہذا ہر ایک ادنی اعلےٰ قوم کے لوگ یہی کہہ اوٹھینگے - کہ عقل قاصر ہے اور یہ مذہبی باتیں راز الٰہی ہیں ؎

زبان اوراق را با تو بار نیست
کہ با مشعلہ گنج را کار نیست

اس مسئلہ میں خاموش ہی رہنا اچھا ہے - حتے کہ چوہڑہ و چمار بھی اپنی مذہبی صداقت کے لئے یہی عذر پیش کریگا - پھر فرمایئے کہ غیر مذاہب کے لوگوں کا عذر قبول کیا جاوے یا نہ کیا جاوے ؟ اور ان کے مذہب پر عقل کا ہتھیار لیکر حملہ کیا جاوے یا نہ کیا جاوے ؟ اگر ہم ایک بات بھی عقل کے خلاف تسلیم کر لیں گے تو پھر ہمکو یہ نظیر مدنظر رکھکر صدہا باتوں کو جو خلافِ عقل ہونگی - قبول کرنا پڑیگا اور رطب و یابس میں قوت ممیزہ کا ادراک معطل و بیکار ثابت ہوگا - اور سیاہ و سفید میں مطلق فرق نہ رہیگا -

غرض آپ کی تمام تقریر کا صرف یہ ماحصل ہے - کہ عقل کو مذہبی معاملات میں دخل نہ دیا جائے - آپ ایشیائی شاعر فرما گئے ہیں ؎

خرد تا بد و رنیا بد ترا کہ تا ب خرد در نیا بد ترا

گر از ہمرۂ آنکہ از بیم اۓ کشائد زبان جز بہ تسلیم او

ان اشعار سے صاف ثابت ہے - کہ بخوف کفر آپ صاحبان عقلی گھوڑے دوڑانے کی جرأت نہیں کرتے اور جن لوگوں (یعنے حکما) نے عقل خداداد سے کام لیا اونکو فوراً آپ کے یہاں سے کفر کا تمغہ عنایت ہوا - مگر ہم لوگ (آریہ) تو جب ہی قائل ہونگے - کہ آپ قدامت ارواح و پرمانو کی تردید کی ساتھ اسبات کا بھی ثبوت دیں - کہ ارواح و پرمانو نہ تھے - تو کیونکر اور کسطرح بنائے گئے ہم یہ کس طرح تسلیم کریں - کہ خدا اپنے خیالات کو کُن کہسکتا ہے ؟ اور وہ عالم صور میں صورت پکڑ کر عالم محسوس میں آجاتے ہیں - اور پھر عدم ہو جاتے ہیں -

حضرات ناظرین! یہ ہیں چند اعتراض جو ہمارے معزز و مکرم بھائی آریہ صاحبان نے اہل اسلام و عقائد اسلام پر قایم کیے ہیں - دراصل بات یہ ہے کہ جب انسان کسی عمدہ سے عمدہ رائے کی نسبت ایک خلاف رائے قایم کرلیتا ہے - تو پھر اوسکے برعکس سمجھنا مشکل تو کیا بلکہ محال ہے - اور علی العموم جب وہ مذہبی رائے ہو - تو پھر تو زمیں جنبد اور پاے بندہ نہ جنبد کا معاملہ آپڑتا ہے - کچھہ تو مذہبی پاسداری کا جوش - کچھہ اپنے قایم کردہ دلائل کا لحاظ کچھہ برادری و لوگوں کی شرم اوسکو ایک سیدہی سی بات سمجھنے میں سد سکندری کا کام دیتے ہیں - پس وہ ان باتوں کے پھندے میں پھنسکر اصل واقعہ تک نہیں پہنچتا - اور پھر رفتہ رفتہ وہ انہی خیالات میں ایسا منہمک اور مستغرق و پختہ کار ہو جاتا ہے کہ مذہبی عقائد کے بارے میں موٹی سے موٹی بات بھی جو عقیدہ مسلمہ کے خلاف ہو - نہیں سمجھتا خواہ اس میں اوسکے روحانی نقصان کے علاوہ مالی و جانی و جسمی نقصان ہو جاوے تو وہ اسکی کچھہ پرواہ نہیں کرتا - ناظرین! غور تو فرماویں - کہ آریہ صاحبان نے اعتراض قایم کئے ہیں وہ کیسے عظیم الشان اعتراض ہیں یہاں تو وہی مثل صادق آتی ہے - کہ تمام زلیخا پڑھ گئے - مگر یہ معلوم ہی نہ ہوا - کہ زلیخا عورت تھی یا مرد - فرماتے ہیں (آریہ صاحبان) اگر عقل کو دخل نہ دیا جاوے تو ہر شخص

یہی آرگیومنٹ کرتے کہ چوہڑہ و چمار وغیرہ بھی یہ کہہ اٹھینگے کہ مذہبی معاملہ ہے عقل سے کام نہ لو۔ یہ معاملات بالاتر از فہم و ادراک ہیں۔ لیس ہمکو اونکی بات بھی تسلیم کرنا پڑیگی ہم آریہ صاحبان سے بصد ادب گذارش کرتے ہیں کہ جب ہمنے عقل کا مرتبہ اور عجز بدلائل عقلی آپ صاحبان پر ثابت کر دیا ہے۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ خلاف عقل بات ہر کس و ناکس کی بلادلائل معقولی مان لیجاوے۔ کیا آپ کے نزدیک ایک اعلےٰ درجہ فلاسفر کی ریڈیم دہات کی نسبت حیرانی اور ایک جاہل مطلق کی بجلی کی چمک کی بابت یا اولوں وشبنم کر گرنے کی بابت حیرانی دونوں برابر ہیں۔ کیا ایک فاضل تجربہ کار انجنیر کی حیرانی جو اسکو آگرہ کا تاج محل یا دہلی کی قطب صاحب کی لاٹھ دیکھکر ہوتی ہے اوسکو ایک غریب بوڑھیا گاؤں کے رہنے والی اپنا کہنہ جہونپڑہ دکہلا کر حیران کر سکتی ہے کیا مدبران سلطنت و ملک کی حیرانی ایک مفلس کنگال کی حیرانی کے ہم پلہ ہو سکتی ہے۔ سچ فرمایا ہے شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے ؎

بوریا باف گرچہ بافندہ ست ۔۔۔ نبرندش بکارگاہ حریر

علی ہذا مذہبی عقل حیرانی جہاں بڑے عالم و فاضل کی عقل دنگ و سرگرداں ہو کیا انکی حیرانی کسی بھنگڑ خانہ کے بہنگڑیوں کی حیرانی کے ہموزن ہے ماسوا اس کی جب ایک فریق کے عقائد میں ہزاروں عقلی معیوب پہلو موجود ہوں۔ اور ان عیوب کا عقل سلیم اقرار کرتی ہو۔ اور دوسرے فریق کے عقائد مسلمہ میں محض چند سرسری اعتراض بادی النظر میں معلوم ہوتے ہیں مگر جب اونکو میزان عقل پر رکھکر تولا جائے تو اسمیں ماشہ اور رتی بھر کے شک و شبہ کی گنجائش نہ نکلے۔ اور جو باتیں پہلے پہل خشک معلوم ہوتی ہوں۔ وہی باتیں بعد جانچ پڑتال آنکھوں کو روشن اور دماغ کو فرحت بخش اور راحت افزا محسوس ہوں تو پھر فرمائیے کہ وہ اعتراض ہی کیا ہوئے بلکہ ایسے اعتراض تو دیدۂ حق بیں کیلئے سرمۂ چشم ہوئے جس سے روحانی آنکھوں کی بصارت ایک سے دس اور دس سے ہزار گنا تیز ہو جاتی ہے۔ جناب من آخر عقل ہی تو ایسی شے ہے جو بھدی اور اچھی مضر و مفید ادنےٰ و اعلےٰ میں تمیز کر سکتی ہے

پس آپ کیونکر ہر کس و ناکس کے اعتقاد کو جو خلاف ہونیکے علاوہ ہزار پہلو سے معیوب ہو تسلیم کر سکتے ہیں۔ اور کس طرح شبکو روز روشن پر اور سیاہ کو سفید پر جاہل کو عالم بے بدل پر پیتل کو سونے پر ترجیح دیسکتے ہیں۔ ہاں اگر عقل خداداد سے کام نہ لیا جائے تو شاید ممکن ہے ؎

کور باطن کو ہو کیا جوہر دانش کی شناخت ۔۔ کہ یہ کہتا نہیں جز دیدۂ بینا گوہر

کذب اور صدق کہ ہر نکتہ پہ ہے شرط نظر ۔۔ کور کیا جانے کہ جھوٹا ہی کہ سچا گوہر

پس اے میرے مکرم آریہ بھائیو! برائے پرمیشر صدق دل سے بلا تعصب مذہبی و پاسداری عقل کے دلائل مندرجہ پر غور فرماؤ اور کسی نیک نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کرو۔ ورنہ میں اس شعر کے سوا آپکی خدمت میں اور کیا عرض کرسکتا ہوں ؎

ناقص کا صفا کیش سے مطلب نہ بر آئے

جو کور ہو عینک سے اُسے کیا نظر آئے

شاید کوئی پاک نہاد سلیم الفطرت صحیح الدماغ شخص میری دلائل منقولی و معقولی کو سمجھکر راہ راست پر آجائے۔ تو مجھے میری محنت کا صلہ حاصل ہو جاوے۔ کیونکہ شاعر کہتا ہے ؎

فیض کو عالم بالا سے ہی شرط استعداد ۔۔ قطرہ یکجائے طباشیر ہی یکجا گوہر

پس اے آریہ صاحبان! افسوس جب آپ عقل کے ہتھیار کو پکڑ کر فریق پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اسیطرح ہر جگہ دلائل عقلی ہی کو تسلیم کریں گے مگر جب عقلی اعتراض آپ کے وید مقدس کے عقائد پر کئے جاتے ہیں۔ تو آپ عقلی دلائل سے متنفر نظر آتے ہیں بقول شاعر ؎

سمجھتا ہے نادان وہ ایسا پائی تسکین ۔۔ رکھتا ہے وہاں ہاتھ جہاں دل نہیں ہوتا

اور ایسی بیجا تاویلیں فرمانے لگتے ہیں۔ کہ الامان والحذر اور یہ جو آپنے ارشاد فرمایا۔ کہ آپنے اپنے چند دلائل کے خالی گولوں سے ہمارے قلعہ سنگین کے ڈھانیکی کوشش فضول کی ہے۔ اس سے ہمارا کیا بگڑتا ہے۔ ہاں جناب سچ ہے

اگر اسیطرح ہمارے خاکی گولے آپ کے قلعہ آہنی پر برستے رہی تو ایکدن آپ کا قلعہ آہنی انشاءاللہ تعالی تہ خاک ہوجائیگا اور نام و نشان بھی ایسا ہی دب جائیگا جسطرح بعض قدیم شہر زمین میں دب کر نیست و نابود ہوگئے۔ اور اب انکا جاننا تو درکنار تواریخ میں بھی حال نظر نہیں پڑتا۔ سچ ہے ؎

خاکساران جہاں را بحقارت منگر
توچہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد

غرض مجھسے جہانتک ممکن ہوسکا۔ آپ کے .دسنے دلائل عقلی عرض کردئیے ہیں۔ غالبا اگر آپ سلیم الطبعی کو کام فرماوینگے۔ تو مادہ و ارواح کا کس شے سے بنائے جائیگا یا پیدا کئے جانے کا سوال نہ فرماوینگے۔ اور دل میں ہی سمجھ جائینگے کہ فی الواقعہ جو کامل القدرت نافذ الفرمان حکیم مطلق ہو۔ اسکو کسی شے کے بنانے کے لئے کوئی چیز درکار نہیں۔ ورنہ وہ محتاج بالغیر ٹھیریگا جو صفت اعلے کے بالکل مخالف پڑا ہوا ہے اسجگہ تمام گذشتہ تقریر کا اعادہ کرنا محض تحصیل حاصل ہی نہیں۔ بلکہ ناظرین اور سامعین کے لئے تضیع اوقات بھی ہے۔

اب میں بصد ادب آپ صاحبوں سے رخصت ہوتا ہوں۔ اور استدعا کرتا ہوں۔ کہ آپ اس میری تمام معقول تقریر کا لفظ لفظ درج عبارت کرکے پھر جواب معقول تحریر فرماویں۔ القصہ میری تقریر میں سے کوئی لفظ فضول سمجھکر ترک نہ فرماویں۔ اور مطلب کو بھی فوت نہ ہونے دیں۔ تاکہ ناظرین کی طبیعت پر پریشانی عائد نہ ہو۔ اور میں دوبارہ اس مقام پر یاد دلانے کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ آپ علے المخصوص قابض و مالک موجد و مقلد میں جو باریک اور نازک فرق ہے۔ اچھی طرح سے واشگاف طور پر دکھلادیں اور ترجیح دیویں۔ کہ آیا قابض کا رتبہ اعلے ہے یا مالک کا۔ موجد کو فضیلت ہے یا مقلد کو؟ علم الکتابی کو علم طبعی پر فوقیت ہے یا کیا؟ غرض کوئی پہلو

طریق بیان مکا ترک نہ کریں ۔ نیز مسئلہ تناسخ کے ارتداد میں عقلی دلائل سے
کام لیں ۔ نیز ناستک مت والوں کے سوال کا جواب بھی ایسا ہی واضح طور پر تحریر
کریں ۔ کہ اہل دہر کو شک و شبہ پرمیشر کے وجود پر نہ رہے اور وہ اسی طرح
پر سمجھ جائیں ۔ کہ جسطرح آپ اہل اسلام سے مادہ و ارواح کی بابت سمجھنا چاہتے
ہیں ۔ کہ کس چیز یا شے سے بنے یا پیدا کئے گئے اور اہل دہر کو روح کے
وجود کے قائل کرنے کے بعد اون کے سلسلۂ دور تسلسل کی لڑی کو بھی
توڑ دیں ۔ اور اُن کے نزدیک پرمیشر کا وجود اسطرح ثابت ہو جائے جسطرح
آپ پر روح و پرمانو کے وجود کی قدامت متحقق ہے ۔ غرض اہل اسلام کے
خدا اور آریہ کے پرمیشر پر انصافانہ محاکمہ کر کے ایک کو دوسرے پر فضیلت
دیکر پبلک میں شائع فرما دیں ۔ پھر جو کچھ بندہ کی ناقص سمجھ میں آئیگا عرض
کرے گا ۔ وما علینا الا البلاغ المبین